انکشاف صداقت

دوسروں پر اگر تبصرہ کیجیے
سامنے آئینہ رکھ لیا کیجیے

انیس احمد اشرفی

دوسروں پر اگر تبصرہ کیجیے
سامنے آئینہ رکھ لیا کیجیے

انکشاف صداقت

انیس احمد اشرفی

اشرفی اسلامک سینٹر
۱۳-۱/۱، پربدھ نگر، رفیع احمد قدوائی روڈ، وڈالا، ممبئی - ۱۳

©جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

کتاب: انکشاف صداقت

تالیف: انیس احمد اشرفی

سال اشاعت: ۲۰۱۵ء/۱۴۳۶ھ

ناشر: اشرفی اسلامک سینٹر، ۱۳-۱۳/۱، پربدھ نگر، رفیع احمد قدوائی روڈ، وڈالا، ممبئی-۱۳

قیمت: ۵۰/روپے

Inkishafe Sadaqat

By: **Anees Ahmad Ashrafi**

Published by: **Ashrafi Islamic Centre, Mumbai**

انتساب

بیسویں صدی کے عظیم فقیہ ومتکلم
اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی
اور
برصغیر میں ان کے مسلک ومنہاج کے عظیم مرکز
الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

کے تصلب دینی اور توسع سنیت کی نذر

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

عکس آئینہ

عرض مرتب	انیس احمد اشرفی	05
مقدمہ	مولانا ذیشان احمد مصباحی	08
متنازع خطاب کا اہم حصہ	مولانا عبید اللہ خان اعظمی	42
متنازع خطاب کا پس منظر	مولانا عبید اللہ خان اعظمی	46
پہلا استفتا	عبد اللہ (ممبئی)	48
دائرۂ اسلام سے باہر	علامہ مجہول	49
دوسرا استفتا	مولانا عبید اللہ خان اعظمی	50
دائرۂ اسلام سے ہرگز خارج نہیں	مفتی محمد نظام الدین رضوی	55
تیسرا استفتا	جناب شعیب العلیم بقائی	60
محاکمہ	مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی	67

عرض مرتب

۲۰۰۲ء میں گجرات میں مسلم قتل عام ہوا جس نے مسلمانوں سمیت تمام سیکولر ہندوستانیوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ یہ درد صرف مسلمان کا نہیں ہندوستان کا تھا، اس لیے ہندوستان کا ہر شہری شدت الم سے تڑپ اٹھا۔ سچی بات یہ ہے کہ قانونی چارہ جوئی کے حوالے سے مسلمانوں کا جتنا تعاون ملک کے سیکولر افراد نے کیا اتنا تعاون خود مسلمان بھی نہیں کر سکے۔ اس سیاق میں تیستا سیتلواڑ کا نام بطور خاص قابل ذکر ہے۔ خطیب الہند مولانا عبید اللہ خان اعظمی نے اس موقع پر ۳ مئی ۲۰۰۲ء کو پارلیامنٹ میں جو صدائے احتجاج بلند کی ہے وہ جہاں ایک طرف ایک سرفروش مجاہد کی للکار ہے وہیں ایک حق گو اور بے باک شہری کی آواز بھی ہے۔ یہ کلپ آپ یوٹیوب پر دیکھ سکتے ہیں۔ اعظمی صاحب نے اس موقع پر اپنا خطاب ان اشعار سے شروع کیا تھا:

جلتی لاشوں کا یہ جنگل ہے، درندے ہیں یہاں
آدمی کا دور تک نام و نشاں کوئی نہیں
چیختا انصاف اور دم توڑتی انسانیت
شہر میں گاندھی کے اب جائے اماں کوئی نہیں
ہو رہی ہے غالباً ترشول سے تطہیر نسل
ایسا لگتا ہے مرا ہندوستاں کوئی نہیں

زلزلے بھی ظالموں کو دے نہ پائے کچھ سبق
کیا اہنسا کا پجاری اب یہاں کوئی نہیں

لیکن جب انھیں یہ بات معلوم ہوئی کہ آخری مصرع میں انھوں نے جس خدشے کا اظہار کیا ہے وہ پورے طور پر صحیح نہیں ہے۔اہنسا کا ایک پجاری مراری باپو کی شکل میں اب بھی وہاں موجود ہے جس کا محبوب مشن رام کا پریم کتھا سنانا اور رام کے نام پر راون راج کرنے والوں کو بے نقاب کرنا ہے۔جس نے گجرات فسادات کے دوران اپنے علاقے میں مسلمانوں کے جان و مال کی پوری حفاظت کی تو اعظمی صاحب متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔کچھ سالوں بعد جب اعظمی صاحب کی مراری باپو سے ملاقات ہوئی تو اس وقت انھوں نے اپنے مختصر خطاب میں مسلمانوں پر ہونے والے ظلم وتشدد کی مذمت کی، ہندوؤں کی ذہنی سطح کو ملحوظ رکھتے ہوئے جہاد کی حکیمانہ تعبیر وتشریح کی،رام کا نام لے کر جو راون راج چل رہا ہے اس کی پر زور تردید کی اور ایک عام ہندوستانی رام کو جس طرح سے ایک وفادار بیٹا،شوہر، بھائی اور ظلم کے خلاف لڑنے والے بہادر کے روپ میں دیکھتا ہے،اس روپ کی ستائش کی اور اس سیاق میں مراری باپو کی کوششوں کی بھی تعریف وتوصیف کی۔ دوران خطاب اعظمی صاحب نے یہ کہتے ہوئے کہ اردو ادب اور ہندوستان کا انٹلیکچول طبقہ رام کو کس طرح سے دیکھتا ہے،اقبال کا یہ مشہور شعر بھی پڑھ دیا:

ہے رام کے وجود پہ ہندوستاں کو ناز
اہل نظر سمجھتے ہیں اس کو امام ہند

بات آئی گئی ختم ہوگئی۔لیکن اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ سالہا سال بعد یہ مختصر تقریر اچانک دارالافتا تک کیسے پہنچ گئی اور پھر مزید کسی تحقیق وتفتیش کیے بغیر کیسے یک لخت یہ حکم امتناعی سنادیا گیا:

”ایسا شخص دائرۂ اسلام سے باہر ہے“

ع- کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

ہمارے یہاں اس قسم کا معاملہ کوئی خلاف توقع بھی نہیں رہا۔اب تو آئے دن اس طرح کے مناظر ہماری آنکھوں کے سامنے آتے رہتے ہیں۔تکفیر کا جن برسوں سے بوتل سے باہر ہے۔البتہ اس معاملے میں یہ نیا ضرور رہا کہ اعظمی صاحب کے خلاف آنے والا یہ فتویٰ بغیر مفتی کے تھا۔یہ تو طے ہے کہ اعظمی صاحب کی بے باک خطابت نے ان کے مخالفین کا ایک جتھا پیدا کر دیا ہے،البتہ یہ طے کرنا مشکل ہے کہ فتویٰ پر مفتی کے نام کے بغیر صرف مصدقین کے نام کیوں تھے؟ ایسا تکفیر کے جوش اور جلد بازی کے سبب ہوا یا اعظمی صاحب کی کاٹ دار تقریروں کے خوف کے سبب؟ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے۔

بہر کیف! جب معاملہ یہاں تک پہنچ گیا تو اب ضروری ہو گیا کہ اس معاملے کو ملک کے مقتدر، صاحبان نظر اور معتدل و مستند مفتیان کرام کے حضور پیش کیا جائے۔غور وخوض اور تحقیق و تفتیش کے بعد محقق مسائل جدیدہ مفتی محمد نظام الدین رضوی صدر افتا اور صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارک پور اور مناظر اہل سنت ،فقیہ النفس مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی نے اس مسئلے پر اپنا محاکمہ اور فیصلہ سنا دیا۔احقاق حق اور ازالۂ اوہام کے ارادے سے ہم یہ فتاویٰ کتابی شکل میں شائع کر رہے ہیں۔ہم شکر گزار ہیں نوجوان عالم دین مولانا ذیشان احمد مصباحی کے جنھوں نے اس کتاب کے لیے ''تکفیر کے اصول واحکام: فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے'' کے عنوان سے ایک وقیع مقدمہ لکھا۔امید ہے کہ یہ کتاب عوام و خواص میں پھیلی غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کے ازالے میں موثر رول ادا کرے گی اور اس کے مندرجات پڑھنے کے بعد تکفیر مسلم کے معاملے میں غلو کرنے والے جھنڈا بردار برادران طریقت ہوش کے ناخن لیں گے اور اعتدال و وسطیت کی راہ اپنائیں گے جو درحقیقت اہل سنت کا نشان امتیاز ہے۔

اللہ بس باقی ہوس!

مقدمہ

تکفیر کے اصول و احکام

فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے

از قلم: مولانا ذیشان احمد مصباحی

بنیادی اعتبار سے اسلام دین دعوت و تبلیغ ہے، مذہب انکار و تکفیر نہیں ہے۔ فَلیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الغَائِبَ اور بَلِّغُوا عَنِّی وَلَو آیَةً فرما کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس بات کا مکلف فرما دیا ہے کہ وہ قیامت تک پیدا ہونے والے ملحدین، مشرکین، کفار، اہل ضلالت اور فاسق و فاجر لوگوں تک ہدایت اور روشنی سے بھری باتوں کی تبلیغ و ترسیل، حکمت و موعظت اور علمی سنجیدہ اسالیب میں کرتے رہیں۔

امت مسلمہ کے لیے یہ بات بڑی قابل افسوس ہے کہ وہ اپنے پیغمبر کے اس دنیا سے کوچ فرمانے کے ساتھ ہی فتنوں میں گرفتار ہو گئی۔ فتنۂ ارتداد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرماتے ہی رونما ہوا۔ اس کے بعد کے زمانے میں نگاہ فلک نے جمل اور صفین جیسے خون آشام

معرکے بھی دیکھے۔ کچھ سالوں بعد کربلا کا سانحہ بھی اس امت کے بعض بے توفیق افراد نے آل رسول کے خلاف برپا کیا جو ظلم وستم کا استعارہ ہے۔ نظریاتی سطح پر بات کریں تو حضرت علی کے عہد میں ہی خوارج کا تکفیری گروہ سامنے آیا جس کی نظر میں باب علم نبوت امیر المومنین مولائے کائنات حضرت علی ابن ابو طالب اور کاتب وحی ربانی صحابی رسول جناب امیر معاویہ بھی مسلمان نہ رہ سکے۔ اس کے بعد قدر و جبر کی بحثیں چھڑیں، معتزلہ اور مرجیہ کا ظہور ہوا، خصوصاً عہد عباسی میں یونانی علوم کی درآمدات کے سبب گمراہیوں کا بازار گرم ہوا، نظریاتی اختلافات اپنے شباب پر پہنچے، بھانت بھانت کے عقیدے اور فرقے سامنے آئے اور ظلم یہ ہوا کہ ہر فرقہ خود ہی مسلمان تھا، اس کے علاوہ دوسرے لوگ اسلام سے خارج تھے۔

اللہ بھلا کرے علمائے متکلمین کا جنہوں نے تکفیر کے باب عام کو بند کیا اور مسئلہ تکفیر کو مشکل سے مشکل تر کر دیا۔ تکفیر کے لیے ضروریات دین کو انکار صریح کے ساتھ مشروط کیا، پھر اس انکار کے ثبوت کو لزوم والتزام کا فرق کر کے اور مشکل کر دیا اور آخر میں کلام، تکلم اور متکلم میں تاویل کے مختلف پہلو بتا کر مؤوّلین کی تکفیر کو مشکل ترین بنا دیا اور انتہا یہ کہ ایک ہی قول ایک عالم و محقق کے نزدیک صریح، ناقابل تاویل اور موجب تکفیر ٹھہرا اور دوسرے عالم و محقق کے نزدیک مؤوّل، قابل تاویل اور موجب سکوت ثابت ہوا۔(۱)

فقہا اور متکلمین نے ایک طرف اقوال کفریہ اور اعمال کفریہ کی فہرست بنائی تو دوسری طرف یہ طے کر لیا کہ جب تک ان کے قائلین کے بارے میں پوری تحقیق و تفتیش نہ کر لی جائے ان اقوال و اعمال کی بنیاد پر شخصی تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ کسی شخص سے کسی کفری قول و عمل کا صدور ہونا چیزے دیگر ہے اور اس شخص کا کافر ہونا چیزے دیگر۔ (وَعَصَىٰٓ آدَمُ رَبَّهُۥ۔ طہ: ۱۱۵) آدم سے رب کی معصیت ہوئی، مگر آدم کو ہم ''عاصی'' نہیں کہیں گے کیوں کہ

---

(۱) مفتی مطیع الرحمٰن مضطر رضوی نے اپنی شہ کار تصنیف ''اہل قبلہ کی تکفیر'' میں تکفیر کلامی کے حوالے سے تین ایسی صورتیں لکھی ہیں جب ایک ہی تکفیر کسی کے نزدیک کلامی ہوتی ہے اور دوسرے کے نزدیک غیر کلامی۔ ص: ۴۶-۵۳، مسلم کتابوی، دربار مارکیٹ، لاہور، ۲۰۰۶۔ تفصیل کے لیے کتاب مذکور کا مطالعہ کریں۔

دوسری آیت میں یہ صراحت کے ساتھ موجود ہے: (فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا- طہٰ:۱۱۵) آدم بھول گئے تھے، ان کے اندر معصیت کا ارادہ نہیں تھا۔

متکلمین نے مسئلہ تکفیر کو یہ کہہ کر اور مشکل کر دیا کہ اگر ایک قول میں ننانوے پہلو کفر کے ہوں اور ایک پہلو، ضعیف سے ضعیف، نحیف سے نحیف، خواہ وہ دوسرے امام کے مسلک پر ہی کیوں نہ ہو، ایمان کا ہو، تو قائل کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

متکلمین نے یہ رویہ دراصل اس لیے اپنایا اور تکفیر کو اس لیے مشکل کیا کہ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو پھر آج دنیا میں کوئی مسلمان ہی نہ ہوتا، ہر شخص دوسرے کے نزدیک کافر ہوتا۔

متکلمین کی یہ کوشش کتنی کامیاب رہی، یہ الگ سوال ہے، لیکن یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ متکلمین کے طریقۂ تاویل وتوسع کے برخلاف امت میں ہر دور میں تکفیری اور تشدیدی رجحان کے حاملین موجود رہے اور خوارج کے فکری تشدد کے علم بردار ہر عہد میں پائے گئے۔

تاریخ تحریک وہابیت کے واقف کار جانتے ہیں کہ اس کے بانی شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی میں کس قدر تشدد تھا اور وہ اپنے نظریاتی مخالفین کو کس شدت کے ساتھ کافر ومشرک کہا کرتے تھے۔ ابن عبدالوہاب کے بھائی شیخ سلیمان بن عبدالوہاب نے اپنے بھائی کی تفہیم وتردید کے لیے جو کتاب **الصواعق الالهية في الرد على الوهابية** لکھی ہے، اس میں بطور خاص بار بار اسی بات کو دہرایا ہے کہ امت مصطفی کو تم کافر ومشرک کیوں کہتے ہو؟ پیغمبر لوگوں کو مسلمان بنانا چاہتے تھے اور تمہارا سارا زور مسلمانوں کو کافر بنانے پر ہے۔

وہابیت کا ہندوستانی ایڈیشن جو شاہ اسماعیل دہلوی کے ذریعے عام ہوا اس کے اندر بھی متشددانہ تکفیری رجحان موجود تھا، شاہ اسماعیل نے ایک موقع پر یہاں تک اعتراف کیا کہ میں نے شرک خفی کو شرک جلی لکھ دیا ہے۔ نزہۃ الخواطر کے مصنف مولانا سید عبدالحی رائے بریلوی نے اپنی کتاب ''دہلی اور اس کے اطراف'' میں یہ انکشاف کیا ہے کہ میاں نذیر حسین دہلوی کے عہد میں دہلی کے اندر موجود وہابی غیر مقلدین حضرات احناف کو مباح الدم اور ان کی عورتوں کو

اپنے لیے حلال سمجھتے تھے۔(۱) افسوس صد افسوس! کہ عرب وعجم اور یورپ وامریکہ میں آج خارجیت ووہابیت سے متاثر افراد کی بڑی تعداد موجود ہے جو تکفیر مسلم کے معاملے میں انتہائی جری اور بے باک ہیں۔ بات بات پر اپنے علمی، فکری، فقہی، سیاسی اور سماجی مخالفین پر کفر کے فتوے داغتے ہیں اور ان کے جان و مال کے در پے آزار ہو جاتے ہیں۔ آج عالم اسلام اگر تباہ ہو رہا ہے تو اس کے پیچھے ایک بڑا عفریت یہی تکفیری رجحان ہے۔

یہ بات بھی افسوس ناک ہے بلکہ زیادہ افسوس ناک ہے کہ اس وقت ہندو بیرون ہند کے بعض وہ حضرات جو خود کو اہل سنت صوفیہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، تکفیر کے معاملے میں وہ بھی کسی سے پیچھے نہیں! صوفیہ کے مسلک حق کا مدعی ہوتے ہوئے بھی ان کے اندر صوفیہ کے اخلاق و اعمال، صلح و آشتی اور محبت و رواداری کا کوئی اثر نہیں۔ بطور خاص اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی کے بعض منتسبین کا حال بہت ہی برا ہے۔(۲) اب وہ آپس میں ہی دست و گریباں ہیں۔ ذاتی رنجش اور شخصی عناد کی بنیاد پر تکفیر کے بہانے تلاش کرتے رہتے ہیں اور ہر ایسی بات جس کے ننانوے پہلو ایمان کے ہوں اور کوئی ایک ضعیف سے ضعیف پہلو کفر کا ہو تو وہ اس کفری پہلو کو مضبوطی سے تھام لیتے ہیں، کفر کے فتوے ایشو کرتے ہیں، زور دار تقریریں ہوتی ہیں اور ہنگامے کیے جاتے ہیں، اہل نظر سے اس طرح کے واقعات پوشیدہ نہیں ہیں بلکہ اب تو ہمارے پاس اتنے شواہد موجود ہیں کہ تقریباً ہر سنی بریلوی عالم کسی نہ کسی سنی بریلوی عالم کے ہی فتوے کی زد پر ہے۔ خطیب الہند مولانا عبید اللہ خان اعظمی کا تازہ معاملہ بھی اسی تناظر میں دیکھنا چاہیے۔ تفصیل کے لیے فقیہ النفس مفتی محمد مطیع الرحمن مضطر رضوی اور محقق مسائل جدیدہ مفتی محمد نظام الدین رضوی کے زیر نظر فتاویٰ کا مطالعہ کافی ہوگا۔

---

(۱) یہ لوگ یعنی حنفی المذہب مستحل الدم ہیں۔ ان کا مال مال غنیمت ہے، ان کی بیویاں ہمارے واسطے جائز ہیں۔ (دہلی اور اس کے اطراف، اردو اکادمی، دہلی، ۲۰۰۱ء، ص: ۵۶)

(۲) فاضل بریلوی کو جیسا غیروں نے بدنام کیا کہ وہ تکفیر میں جلدی کرنے والے تھے، ایسا ہی ان کے بعض متبعین نے بھی سمجھ لیا، جب کہ وہ اصولی اعتبار سے اہل قبلہ کلمہ گو کی تکفیر میں حد درجہ احتیاط برتتے تھے، جو کہ ائمۂ محققین کی شان ہے۔

یہاں سر دست فتاویٰ رضویہ سے چند ایسے اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں جن سے متکلمین کے اصول تکفیر اور تکفیر کے حوالے سے فاضل بریلوی کے علمی مسلک کا ایک آئینہ قارئین کے سامنے آجائے گا۔ اقتباسات پر ہمارا تبصرہ کم سے کم ہوگا۔

ایک چشم کشا عبارت

سب سے پہلے یہ عبارت پڑھیے:

''مذہبِ معتمد و محقق میں استحلال (۱) بھی علی اطلاقہ کفر نہیں جب تک زنا یا شربِ خمر یا ترک صلاۃ کی طرح اس کی حرمت ضروریاتِ دین سے نہ ہو، غرض ضروریات کے سوا کسی شے کا انکار کفر نہیں، اگرچہ ثابت بالقواطع ہو، کہ عندالتحقیق آدمی کو اسلام سے خارج نہیں کرتا مگر انکار اُس کا جس کی تصدیق نے اُسے دائرہ اسلام میں داخل کیا تھا اور وہ نہیں مگر ضروریاتِ دین **کما حققہ العلماء المحققون من الائمۃ المتکلمین** (جیسا کہ ائمۂ متکلمین کے محقق علماء نے تحقیق کی ہے۔ت) ولہذا خلافت خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا منکر مذہب تحقیق میں کافر نہیں، حالانکہ اُس کی حقانیت بالیقین قطعیات سے ثابت۔'' (فتاویٰ رضویہ: ۵/ ۱۰۱)

عقائد کے درجات

''مانی ہوئی باتیں چار (۴) قسم [کی] ہوتی ہیں:

(۱) **ضروریاتِ دین**: ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی قطعیات الدلالات واضحۃ الافادات سے ہوتا ہے، جن میں نہ شبہے کی گنجائش نہ تاویل کو راہ۔ اور ان کا منکر یا ان میں باطل تاویلات کا مرتکب کافر ہوتا ہے۔

(۲) **ضروریاتِ مذہبِ اہل سنت و جماعت**: ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے۔ مگر ان کے قطعی الثبوت ہونے میں ایک نوعِ شبہہ اور تاویل کا احتمال ہوتا ہے، اسی

---

(۱) حرام کو حلال ٹھہرانا جسے فقہا کفر کہتے ہیں۔

لیے ان کا منکر کافر نہیں بلکہ گمراہ، بدمذہب، بددین کہلاتا ہے۔

(۳) **ثابتات محکمہ**: ان کے ثبوت کو دلیل ظنی کافی، جب کہ اس کا مفاد اکبر رائے ہو کہ جانب خلاف کو مطروح و مضمحل اور التفاتِ خاص کے ناقابل بنادے۔ اس کے ثبوت کے لیے حدیث احاد، صحیح یا حسن کافی، اور قول سوادِ اعظم و جمہور علماء کا سندِ وافی، **فانّ یداللہ علی الجماعۃ** (اللہ تعالیٰ کا دستِ قدرت جماعت پر ہوتا ہے۔ت) ان کا منکر وضوحِ امر کے بعد خاطی و آثم، خطا کار و گناہگار قرار پاتا ہے، نہ بددین و گمراہ نہ کافر و خارج از اسلام۔

(۴) **ظنّیات محتملہ**: ان کے ثبوت کے لیے ایسی دلیل ظنّی بھی کافی، جس نے جانبِ خلاف کے لیے بھی گنجائش رکھی ہو، ان کے منکر کو صرف مخطی و قصوروار کہا جائے گا نہ گنہگار، چہ جائیکہ گمراہ، چہ جائیکہ کافر۔

ان میں سے ہر بات اپنے ہی مرتبے کی دلیل چاہتی ہے، جو فرقِ مراتب نہ کرے اور ایک مرتبے کی بات کو اس سے اعلیٰ درجے کی دلیل مانگے، وہ جاہل بے وقوف ہے یا مکّار فیلسوف:

ع ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامے دارد

ع گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

(ہر بات کا کوئی وقت اور ہر نکتے کا کوئی خاص مقام ہوتا ہے۔ اگر تو مراتب کے فرق کو ملحوظ نہ رکھے تو زندیق ہے۔ت)'' (فتاویٰ رضویہ: ۲۹ / ۳۸۵)

فاضل بریلوی نے انہیں باتوں کو ایک دوسرے مقام پر تین حصوں میں اس طرح تقسیم کیا ہے:

''مسلمانو! مسائل تین قسم کے ہوتے ہیں:

ایک: ضروریات دین، اُن کا منکر بلکہ اُن میں ادنیٰ شک کرنے والا بالیقین کافر ہوتا ہے ایسا کہ جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔

دوم: ضروریات عقائد اہل سنت، ان کا منکر بدمذہب گمراہ ہوتا ہے۔

سوم: وہ مسائل کہ علمائے اہل سنت میں مختلف فیہ ہوں، اُن میں کسی طرف تکفیر و

تضلیل ممکن نہیں۔

یہ دوسری بات ہے کہ کوئی شخص اپنے خیال میں کسی قول کو راجح جانے، خواہ تحقیقاً یعنی دلیل سے اسے وہی مرجح نظر آیا، خواہ تقلیداً کہ اسے اپنے نزدیک اکثر علماء یا اپنے معتمد علیہم کا قول پایا۔ کبھی ایک ہی مسئلہ کی صورتوں میں یہ تینوں قسمیں موجود ہوجاتی ہیں۔ مثلاً اللہ عزوجل کے لیے ید وعین کا مسئلہ: قال اللہ تعالیٰ: يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ت) وقال تعالیٰ: وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اس لیے کہ تو میری نگاہ کے سامنے تیار ہو۔ت)

ید ہاتھ کو کہتے ہیں، عین آنکھ کو۔ اب جو یہ کہے کہ جیسے ہمارے ہاتھ آنکھ ہیں ایسے ہی جسم کے ٹکڑے اللہ عزوجل کے لیے ہیں، وہ قطعاً کافر ہے۔ اللہ عزوجل کا ایسے ید و عین سے پاک ہونا ضروریات دین سے ہے، اور جو کہے کہ اس کے ید و عین بھی ہیں تو جسم ہی، مگر نہ مثل اجسام، بلکہ مشابہت اجسام سے پاک ومنزہ ہیں، وہ گمراہ بددین کہ اللہ عزوجل کا جسم وجسمانیات سے مطلقاً پاک ومنزہ ہونا ضروریات عقائد اہل سنت وجماعت سے ہے، اور جو کہے کہ اللہ عزوجل کے لیے ید وعین ہیں کہ مطلقاً جسمیت سے بری ومبرا ہیں، وہ اس کی صفات قدیمہ ہیں جن کی حقیقت ہم نہیں جانتے، نہ اُن میں تاویل کریں، وہ قطعاً مسلم سُنّی صحیح العقیدہ ہے، اگرچہ یہ عدم تاویل کا مسئلہ اہل سنت کا خلافیہ ہے، متاخرین نے تاویل اختیار کی، پھر اس سے نہ یہ گمراہ ہوئے نہ وہ، کہ اجرا علی المظاہر بمعنی مذکور کرتے ہیں، جس کا حاصل صرف اتنا کہ " اٰمنّا بہ کل من عند ربنا"۔ (ہم اس پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ت)'' (فتاویٰ رضویہ: ۲۹/ ۴۱۳)

اہل قبلہ کی تکفیر سے گریز

فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

''بالجملہ تکفیر اہل قبلہ واصحاب کلمہ طیبہ میں جرأت وجسارت محض جہالت بلکہ سخت آفت جس میں وبال عظیم ونکال کا صریح اندیشہ، والعیاذ باللہ رب العالمین، فرض قطعی ہے کہ اہل

کلمہ کے ہر قول وفعل کو اگر چہ بظاہر کیسا ہی شنیع وفظیع ہو، حتی الامکان کفر سے بچائیں، اگر کوئی ضعیف سے ضعیف، نحیف سے نحیف تاویل پیدا ہو جس کی رُو سے حکمِ اسلام نکل سکتا ہو تو اس کی طرف جائیں، اور اس کے سوا اگر ہزار احتمال جانبِ کفر جاتے ہوں خیال میں نہ لائیں۔

حدیث میں ہے حضور سیّد العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **الاسلام یعلو ولایعلی۔ اخرجه الرؤیانی والدارقطنی والبیهقی والضیاء فی المختارة والخلیل، کلهم عن عائذ بن عمرو المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنه۔** اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔ اس کو رؤیانی، دارقطنی، بیہقی، مختارہ میں ضیاء اور خلیل نے عائذ بن عمرو مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

احتمال اسلام چھوڑ کر احتمالاتِ کفر کی طرف جانے والے اسلام کو مغلوب اور کفر کو غالب کرتے ہیں **والعیاذ باللہ رب العالمین**۔'' (فتاویٰ رضویہ: ۱۲/ ۳۱۷)

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

''اہل لا الہ الا اللہ پر بدگمانی حرام، اور ان کے کلام کو جس کے صحیح معنی بے تکلف درست ہوں خواہی نخواہی **معاذاللہ** معنی کفر کی طرف ڈھال لے جانا قطعاً گناہ کبیرہ ہے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ (حجرات: ۱۲) اے ایمان والو! بہت گمانوں کے پاس نہ جاؤ، بیشک کچھ گمان گناہ ہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ: ۲۱/ ۳۲۹)

کفر لزومی اور کفر التزامی

''[نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ اپنے رب کے پاس سے لائے ان میں سے کسی بات کا] انکار جس سے خدا مجھے اور سب مسلمانوں کو پناہ دے، دو طرح ہوتا ہے، لزومی والتزامی۔

التزامی یہ کہ ضروریات دین سے کسی شئی کا تصریحاً خلاف کرے، یہ قطعاً اجماعاً کفر ہے، اگر چہ نام کفر سے چڑے اور کمال اسلام کا دعوٰی کرے۔ کفر التزامی کے یہی معنی نہیں کہ صاف صاف اپنے کافر ہونے کا اقرار کرتا ہو جیسا کہ بعض جہال سمجھتے ہیں۔ یہ اقرار تو

بہت طوائف کفار میں بھی نہ پایا جائے گا۔ہم نے دیکھا ہے بہیترے ہندو کافر کہنے سے چڑتے ہیں بلکہ اس کے یہ معنی کہ جو انکار اس سے صادر ہوا یا جس بات کا اس نے دعوٰی کیا وہ بعینہ کفر ومخالف ضروریات دین ہو جیسے طائفہ تالفہ نیا چرہ کا وجود ملک وجن وشیطان وآسمان ونار وجنان ومعجزات انبیاء علیہم افضل الصلٰوۃ والسلام سے ان معانی پر کہ اہل اسلام کے نزدیک حضور ہادی برحق صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے متواتر ہیں انکار کرنا اور اپنی تاویلات باطلہ وتوہمات عاطلہ کو لے مرنا، نہ ہرگز ہرگز ان تاویلوں کے شوشے انھیں کفر سے بچائیں گے، نہ محبت اسلام وہمدردی قوام کے جھوٹے دعوے کام آئیں گے۔ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ (اللہ انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ت)

اورلزومی یہ کہ جو بات اس نے کہی عین کفر نہیں مگر منجر بکفر ہوتی ہے یعنی مآل سخن ولازم حکم کو ترتیب مقدمات وتتمیم تقریبات کرتے لے چلئے تو انجام کار اس سے کسی ضروری دین کا انکار لازم آئے جیسے روافض کا خلافت حقہ راشدہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت جناب صدیق اکبر وامیر المومنین حضرت جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انکار کرنا کہ تضلیل جمیع صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی طرف مؤدی اور وہ قطعاً کفر، مگر انھوں نے صراحۃً اس لازم کا اقرار نہ کیا تھا بلکہ اس سے صاف تحاشی کرتے اور بعض صحابہ یعنی حضرات اہل بیت عظام وغیرہم چند اکابر کرام علی مولا ہم وعلیہم الصلٰوۃ والسلام کو زبانی دعووں سے اپنا پیشوا بناتے اور خلافت صدیقی وفاروقی پر ان کے توافق باطنی سے انکار رکھتے ہیں، اس قسم کے کفر میں علماء اہل سنت مختلف ہو گئے جنھوں نے مآل مقال ولازم سخن کی طرف نظر کی حکم کفر فرمایا۔ اور تحقیق یہ ہے کہ کفر نہیں بدعت وبدمذہبی وضلالت وگمراہی ہے۔" (فتاوٰی رضویہ: ۱۵/ ۴۳۱-۴۳۲)

کتب فقہ میں مذکور تمام کفریات پر تکفیر نہیں کی جائے گی

تکفیر کے معاملے میں فقہا اور متکلمین کا اختلاف ہے۔ فقہا کا کام Law & Order درست رکھنا ہے، اس لیے انھوں نے اپنی کتابوں میں کفریہ اقوال واعمال کی

طویل فہرست دے دی ہے۔اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ ان کفریات سے آگاہ ہوں اوران کے ارتکاب سے بچیں۔لیکن جہاں تک ان کفریات کی بنیاد پر شخصی اور متعین طور پر کسی کو کافر کہنے کا مسئلہ ہے تو فقہا نے بھی اس میں بڑی احتیاطیں برتی ہیں، بلکہ بہت سے فقہا نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ ہم ان کفریات کی بنیاد پر متعین طور پر لوگوں کے کفر کے فیصلے نہیں کرتے۔(١) فاضل بریلوی کا رجحان یہ ہے کہ کفر اگرچہ اقبح حرام ہے، اس لیے کتب فقہ میں باب الردہ موجود ہے اوراس کے تحت کفریات کی فہرست درج ہے، لیکن بنیادی طور پر اس کا تعلق عقیدہ سے ہے، اس لیے شخصی طور پر کسی کے کفر کا فیصلہ متکلمین کا کام ہے اور وہ اس سلسلے میں انتہائی محتاط ہیں۔فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

"کسی قول یا فعل کا موجب کفر ہونا تو خود افعالِ مکلفین ہی سے بحث ہے۔اس کے بیان کو کتب فقہ میں باب الردۃ مذکور اور صدہا اقوال وافعال پر انہی مشائخ کے بے شمار فتوائے کفر مسطور، مگر محققین محتاط تارکین تفریط وافراط باآنکہ سچے دل سے حنفی مقلد اوران مشائخ کرام کے خادم ومعتقد ہیں، زینہار ان پر فتوی نہیں دیتے اور حتی الامکان تکفیر سے احتراز رکھتے بلکہ صاف فرماتے ہیں کہ اگر کوئی روایت ضعیفہ اگرچہ دوسرے ہی مذہب کی دربارہ اسلام مل جائے گی اسی پر عمل کریں گے، اور جب تک تکفیر پر اجماع نہ ہولے کافر نہ کہیں گے، وہی درمختار جس میں اما نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ الخ تھا اسی میں ہے:

الفاظہ تعرف فی الفتاوٰی بل افردت بالتالیف مع انہ لا یفتی بالکفر بشیئ منہا الا فیما اتفق المشایخ علیہ کما سیجیئ، قال فی البحر: وقد الزمت نفسی ان لا افتی بشیئ منہا یعنی الفاظ کفر کتب فتاوٰی میں معروف ہیں بلکہ ان کے بیان میں مستقل کتابیں تصنیف ہوئیں، اس کے ساتھ ہی یہ کہ ان میں سے کسی کی بناء پر فتوی کفر نہ دیا جائے گا مگر جہاں مشائخ کا اتفاق ثابت ہو جیسا کہ عنقریب کلام مصنف میں آتا ہے۔

---

(١)يقع في كلام أهل المذاهب تكفير كثير ولكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون (شرح فتح القدير:100/6)

بحر الرائق میں فرمایا: میں نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ ان میں سے کسی پر فتویٰ نہ دوں۔

تنویر الابصار میں ہے: **لایفتی بتکفیر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن او کان فی کفره خلاف ولو روایة ضعیفة** کسی مسلمان کے کفر پر فتوی نہ دیا جائے جبکہ اس کا کلام اچھے پہلو پر اتار سکیں یا کفر میں خلاف ہو، اگرچہ ضعیف ہی روایت سے۔

ردالمحتار میں ہے: **قال الخیر الرملی: اقول: ولو کانت الروایة لغیر اهل مذهبنا ویدل علیٰ ذلک اشتراط کون مایوجب الکفر مجمعاً علیه** یعنی علامہ خیر الدین رملی استاد صاحبِ دُرمختار نے فرمایا: اگرچہ وہ روایت دوسرے مذہب مثلاً شافعیہ یا مالکیہ کی ہو، اس لیے کہ تکفیر کے لیے اُس بات کے کفر ہونے پر اجماع شرط ہے۔

یہ علامہ بحر صاحب البحر و علامہ خیر رملی و مدقق علائی دربارہ تقلید جیسا تصلب شدید حق و سدید رکھنے والے ہیں ان کی تصانیف جلیلہ بحر و اشباہ و رسائل زینیہ و در و فتاویٰ خیریہ وغیرہا کے مطالعہ سے واضح، مگر یہاں اُن کے کلمات دیکھئے کہ جب تک اجماع نہ ہو فتوی مشائخ پر عمل نہ کریں گے، ہم نے التزام کیا ہے کہ اس پر فتوی نہ دیں گے، تو وجہ کیا وہی کہ یہ بحث اگرچہ افعال مکلفین سے متعلق ہے مگر فقہ کا دائرہ تو حیثیت حلال و حرام تک منتہی ہو گیا، آگے کفر و اسلام، اگرچہ یہ اعظم فرض، وہ اخبث حرام، مگر اصالۃً اس مسئلہ کا فن علم عقائد و کلام، وہاں تحقیق ہو چکا ہے کہ جب تک ضروریات دین سے کسی شئے کا انکار نہ ہو کفر نہیں، تو ان کے غیر میں اجماع ہرگز نہ ہوگا اور معاذ اللہ ان میں سے کسی کا انکار ہو تو اجماع رُک نہیں سکتا، لہٰذا تمام فتاویٰ و نقول سے قطع نظر کر کے مسائل اجماعیہ میں حصر فرما دیا۔(۱)" (فتاویٰ رضویہ: ۹/۹۴۱، ۹۴۲)

---

(۱) اقول: علامہ اقبال کی شاعری اردو اسلامی دنیا کی انتہائی مقبول شاعری ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی سچ ہے کہ بعض علما نے اقبال کے بعض اشعار کی بنیاد پر ان کی تردید، تضلیل بلکہ تکفیر بھی کی۔ لیکن اکثر علما اقبال کو قبول کرتے ہیں اور ان کی شاعری میں موجود بعض بظاہر خلاف شرع امور کی تاویل کرتے ہیں۔ مذکورہ بالا اصول کی روشنی میں ہمیں اقبال کے بارے میں بھی یہی رویہ-عدم تکفیر-اپنانا چاہیے۔ نیز اقبال کے اس قسم کے اشعار پڑھنے اور نقل کرنے والوں کے بارے میں بھی بدرجۂ اولیٰ یہی رویہ اپنایا جانا چاہیے، بشرطیکہ وہ اہل قبلہ ہوں۔

ہنود سے مشابہ بعض اعمال کا حکم

ہمارے یہاں تومن تشبہ بقوم فھو منھم کو اتنا عام کر دیا گیا ہے کہ جیسے اب کسی کے لیے مسلمان ہونا ممکن ہی نہ رہے، اس کی زندگی کا کوئی پہلو کفار و مشرکین سے مشابہ ہوا اور وہ فوراً کافر و مشرک ہو گیا۔ لیکن فاضل بریلوی کا احتیاط یہ ہے کہ وہ بعض ایسے اعمال پر بھی کفر و شرک کا فتویٰ دیتے ہوئے گریز کرتے ہیں جو ہنود کے اعمال سے مشابہت رکھتے ہیں۔ یہاں ایک استفتا اور اس کے جواب سے ایک اقتباس دیا جاتا ہے۔ فاضل بریلوی نے اس میں ایک بڑی اصولی بات یہ لکھی ہے کہ نصوص میں جن مقامات پر کفر و شرک کے الفاظ آئے ہیں، وہ ہر جگہ اصطلاحی کفر و شرک کے معنی میں نہیں ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

''کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو بکرے نذر و نیاز یعنی تقرب و عبادت کسی پیر صاحب کے، پرورش ہوتے ہیں اور قندوریاں بنائی جاتی ہیں اور پنڈا بھرتے ہیں جیسے ہنود بھرتے ہیں اور ڈوری اور بدھی اور چوٹی اور جھرولا اور تاتے گلے میں ڈالتے ہیں، یہ امور اخص شرع ہیں یا نہیں اور ان امور کا کرنے والا مشرک ہوتا ہے یا نہیں؟ ہمارے شہر چور، وریاست بیکانیر میں، اندر ان مسائل کے بحث ہو رہی ہے۔ بینوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر و ثواب پاؤ۔ت)

الجواب: اللھم احفظنا (اے اللہ! ہماری حفاظت فرما۔ت) آدمی حقیقۃً کسی بات سے مشرک نہیں ہوتا جب تک غیر خدا کو معبود یا مستقل بالذات و واجب الوجود نہ جانے۔ بعض نصوص میں بعض افعال پر اطلاق شرک تشبیہاً یا تغلیظاً یا بارادہ و مقارنت باعتقاد منافی توحید و امثال ذلک من التاویلات المعروفۃ بین العلماء وارد ہوا ہے، جیسے کفر نہیں مگر انکار ضروریات دین، اگرچہ ایسی ہی تاویلات سے بعض اعمال پر اطلاق کفر آیا ہے، یہاں ہرگز علی الاطلاق شرک و کفر مصطلح علم عقائد کہ آدمی کو اسلام سے خارج کر دیں اور بے توبہ مغفور نہ ہوں، زنہار مراد نہیں کہ یہ عقیدہ اجماعیہ اہل سنت کے خلاف ہے، ہر شرک کفر ہے اور کفر مزیل اسلام، اور اہل سنت کا اجماع ہے کہ مومن کسی کبیرہ کے سبب اسلام سے خارج نہیں ہوتا ایسی جگہ نصوص

کوعلی اطلاقہا کفر وشرک مصطلح پر حمل کرنا اشقیائے خوارج کا مذہب مطرود ہے اور شرک اصغر ٹھہرا کر پھر قطعاً مثل شرک حقیقی غیر مغفور ماننا، وہابیہ نجدیہ کا خبط مردود۔'' (فتاویٰ رضویہ: ۲۱/ ۱۳۱)

مشرکین کا پرساد کھانا جائز

یہ فتویٰ بھی فتاویٰ رضویہ ہی کا ہے:

''کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ہنود جو اپنے معبودان باطلہ کو، ذبیحہ کے سوا اور قسم طعام وشیرینی وغیرہ چڑھاتے ہیں اور اس کا بھوگ یا پرشاد نام رکھتے ہیں، اس کا کھانا شرعاً حلال ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: حلال ہے **لعدم المحرم** (حرمت کی دلیل نہ ہونے کی وجہ سے۔ت) مگر مسلمان کو احتراز چاہئے **لخبث النسبة** (نسبت کی خباثت کی وجہ سے۔ت)

عالمگیریہ میں ہے: **مسلم ذبح شاة المجوسی لبیت نارھم او الکافر لالھتھم تؤکل لانه سمی اللہ تعالیٰ ویکرہ للمسلم کذا فی التاتارخانیة ناقلا عن جامع الفتاوی۔**

اقول: فاذا حلت هذه وهی ذبیحة فالمسئول عنه اولیٰ بالحل۔

اگر کسی مسلمان نے آتش پرست کی بکری اس کے آتشکدہ کے لئے یا کافر کے جھوٹے خداؤں کے لئے ذبح کرڈالی تو اسے کھایا جائے گا (یعنی کھانا چاہے تو کھا سکتا ہے) اس لئے کہ مسلمان نے اس پر خدا کا نام لیا ہے لیکن ایسا کرنا مسلمان کے لئے مکروہ ہے تاتارخانیہ میں جامع الفتاوی کے حوالے سے اسی طرح منقول ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں) جب یہ ذبیحہ ہونے کے بعد حلال ہے تو پھر جس مسئلہ کے متعلق سوال کیا گیا وہ بطریق اولیٰ حلال ہے۔(ت)'' (فتاویٰ رضویہ: ۲۱/ ۶۰۷)

داعی ومبلغ کفار کے میلے میں جا سکتا ہے

مسلک اعلیٰ حضرت کی غلط تعبیر وتشریح کرنے والے شدت سے اس بات کا اعادہ کرتے ہیں کہ کفار ومشرکین اور گمراہوں سے کسی طرح بھی ملنا روا نہیں، حتی کہ داعی ومبلغ علما

ومشائخ پر بھی اس ''جرم'' کی پاداش میں فتوے جڑتے ہوئے دیر نہیں لگتی۔ وہ اس میں بھی فرق نہیں کرتے کہ داعی خود مدعو سے ملنے جائے یا مدعو داعی سے ملنے آئے۔ اس سلسلے میں فاضل بریلوی کا یہ فتویٰ چشم بینا سے پڑھیے۔ کفار ومشرکین کے میلوں میں شرکت کو ناجائز و حرام بتاتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں:

''ہاں ایک صورت جواز مطلق کی ہے، وہ یہ کہ عالم انھیں ہدایت اور اسلام کی طرف دعوت کے لئے جائے جبکہ اس پر قادر ہو، یہ جانا حسن ومحمود ہے اگر چہ ان کا مذہبی میلہ ہو، ایسا تشریف لے جانا خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بارہا ثابت ہے، مشرکین کا موسم بھی اعلان شرک ہوتا لبیک میں کہتے: **لاشریک الا شریکا ھو لک تملکه وماملک** ۔ تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ شریک جس کا تو مالک ہے مگر وہ تیرا مالک نہیں۔ (ت)'' (فتاویٰ رضویہ: ۲۱/ ۱۶۱)

کفار کا ہدیہ قبول کرنا

کفار ومشرکین کے تحائف کی قبولیت کے حوالے سے مختلف روایتیں ہیں، بعض اثبات میں ہیں تو بعض نفی میں۔ فاضل بریلوی اس طرح کی روایات لکھنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں:

''اسی طرح اور بھی حدیثیں رد وقبول دونوں میں وارد ہیں: **فمنھم من زعم ان الرد نسخ القبول ورد بجھل التاریخ، ومنھم من وفق بان من قبله منھم فاھل کتاب لا مشرک، کما فی مجمع البحار، اقول: قدقبل عن کسرٰی ولم یکن کتابیا الا ان یتمسک فی المجوس سنّوا بھم سنة اھل الکتاب غیر ناکحی نساءھم ولا اٰکلی ذبائحھم** ۔ ان میں کچھ وہ لوگ ہیں جن کا خیال ہے کہ ہدیہ رد کرنے سے اس کا قبول کرنا منسوخ ہوا اور یہ غلط ہے کیونکہ تاریخ معلوم نہیں۔ اور بعض نے دونوں میں مطابقت اور موافقت پیدا کی کہ جن کا ہدیہ قبول فرمایا وہ اہل کتاب تھے مشرک نہ تھے، جیسا کہ مجمع البحار میں ہے۔ اقول: (میں کہتا ہوں) کہ آپ نے کسریٰ شاہ ایران کا ہدیہ قبول فرمایا، حالانکہ وہ اہل کتاب میں سے نہ تھا، بلکہ مجوس سے تھا۔ مگر یوں استدلال کیا جائے کہ مجوسی نے اہل کتاب کی

روش اختیار کی، البتہ ان کی عورتوں سے نکاح اور ان کے ذبیحہ کا کھانا جائز نہیں۔ (ت)

اس بارہ میں تحقیق یہ ہے کہ یہ امر مصلحت وقت وحالت ہدیہ آرندہ وہدیہ گیرندہ پر ہے، اگر تالیف قلب کی نیت ہے اور امید رکھتا ہے کہ اس سے ہدایا وتحائف لینے دینے کا معاملہ رکھنے میں اسے اسلام کی طرف رغبت ہوگی تو ضرور لے اور اگر حالت ایسی ہے کہ نہ لینے میں اسے کوفت پہنچے گی اور اپنے مذہب باطل سے بیزار ہوگا تو ہرگز نہ لے، اور گر اندیشہ ہے کہ لینے کے باعث معاذ اللہ اپنے قلب میں کافر کی طرف سے کچھ میل یا اس کے ساتھ کسی امر دینی میں نرمی ومداہنت راہ پائے گی تو اس ہدیہ کو آگ جانے۔'' (فتاویٰ رضویہ: ۲۱ / ۶۲۵)

حیرت ہے کہ فاضل بریلوی کے ذہن نے غیر جمہوری ہندوستان میں اس مسئلے کا ادراک کرلیا اور دونوں طرح کی روایتوں میں تطبیق تلاش کر لی لیکن ان کے بعض غالی معتقدین آج کے اس جمہوری عہد میں بھی ایک ہی راگ الاپے جارہے ہیں۔ انہیں اس فتوے کو بغور پڑھنا چاہیے، اس سے ان کی جدید جمہوری دنیا کی بہت ساری الجھنوں کا ازالہ ہو جائے گا۔

تصویر کا سجدہ

فاضل بریلوی کا یہ فتویٰ بھی نگاہ بصیرت سے پڑھیے:

''تصویر اگر مشرکین کے معبودان باطل کی ہو تو اسے سجدہ کرنے پر بھی مطلقاً حکم کفر ہے۔ **لاشتراک العلة بل لافرق بينها وبين الوثن الا بالتسطيح بالتجسيم**۔ اس لئے کہ علت مشترک ہے (لہٰذا حکم بھی ایک ہے) بلکہ اس میں (یعنی تصویر) اور بت میں سوائے جسمانیت اور کوئی فرق نہیں (مراد یہ کہ وثن (بت) میں جسم ہے جبکہ عکسی اور نقشی تصویر میں جسم نہیں)۔ (ت) اور اگر ایسی نہیں تو اسے سجدہ کرنا مطلقا حرام وکبیرہ ہے مگر کفر نہیں جب تک بہ نیت عبادت نہ ہو۔'' (فتاویٰ رضویہ: ۲۱ / ۱۶۳)

تشیع اور حب علی

موجودہ علمی معاشرے کا بحران یہ ہے کہ یہاں شیعیت، رافضیت، تفضیلیت، شتم صحابہ اور حب علی جیسے سارے الفاظ مترادف سے لگتے ہیں۔ بلکہ اہل تشیع سے کسی بھی سطح پر

راہ و رسم رکھنے والوں کو بھی اسی زمرے (خلود فی النار) میں سمجھا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے یہاں معاملہ ایسا نہیں ہے۔ وہ ہر جگہ فرق مراتب کا لحاظ رکھتے ہیں اور جرائم کی سنگینی کے پیش نظر سزائیں تجویز کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ان کا یہ اقتباس دیکھیے:

''تقریب کے قول ''ان پر تشیع کی تہمت لگائی گئی ہے'' سے دھوکا کھا کر ان پر رفض کا عیب لگانا بد بودار جہالت ہے، رفض و تشیع میں زمین و آسمان کا فرق ہے، بسا اوقات لفظ تشیع کا اطلاق حضرت مولا علی کو عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر فضیلت دینے پر ہوتا ہے جبکہ یہ ائمہ بالخصوص اعلام کوفہ کا مذہب ہے، صاحب تقریب نے خود بھی ''ہدی الساری'' میں فرمایا: تشیع، حضرت علی کی صحابہ سے زائد محبت کا نام ہے تو اگر کوئی آپ کو ابو بکر و عمر پر فضیلت دیتا ہے تو وہ غالی شیعہ ہے اور اسے رافضی بھی کہا جاتا ہے اور اس کے ساتھ گالی اور بغض کا اظہار کرے تو غالی رافضی ہے۔ اور اس کی پوری تحقیق ہماری تحریرات حدیثیہ میں ہے۔

وفی المقاصد للعلامۃ التفتازانی: الافضلیۃ عندنا بترتیب الخلافۃ مع تردد فیما بین عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ مقاصد علامہ تفتازانی میں ہے: ہمارے نزدیک خلفائے اربعہ میں فضیلت خلافت [کی] ترتیب پر ہے، حضرت عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں تردد کے ساتھ۔

وفی شرحہ الہ: قال اہل السنۃ: الافضل ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی۔ وقد مال بعض منہم الی تفضیل علیؓ علی عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما و البعض الی التوقف فیما بینہما۔ شرح مقاصد للتفتازانی میں ہے: اہل سنت نے کہا کہ سب سے افضل ابوبکر، پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی اور بعض حضرت علی کو عثمان سے افضل مانتے ہیں۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور بعض ان دونوں کے درمیان توقف کے قائل ہیں۔

وفی الصواعق للامام ابن حجر: جزم الکوفیون و منہم سفیان الثوری بتفضیل علیٍّ علی عثمان، و قیل: بالوقف عن التفاضل بینہما و ہو روایۃ عن مالک۔ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صواعق محرقہ میں ہے: ائمہ کوفہ (انہیں میں

سفیان ثوری ہیں) نے حضرت علی کو حضرت عثمان پر بالیقین افضل گردانا اور امام مالک وغیرہ سے توقف مروی ہے۔

وفی تهذیب التهذیب فی ترجمة الامام الاعمش: کان فیه تشیع۔ تہذیب التہذیب میں حضرت امام اعمش کے حالات میں تحریر ہے کہ ان میں تشیع تھا۔

وفی شرح الفقه الاکبر لعلی قاری روی عن ابی حنیفة تفضیل علی علیٰ عثمان رضی اللّٰہ تعالی عنهما و الصحیح ما علیه جمهور اهل السنة وهو ظاهر من قول ابی حنیفة رضی اللّٰہ تعالی عنه علی ما رتبه هنا وفق مراتب الخلافة۔ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں امام صاحب کے بارے میں لکھا ہے: حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے حضرت عثمان غنی پر حضرت علی کی فضیلت مروی ہے (رضی اللہ تعالی عنہ) لیکن صحیح وہی ہے جس پر جمہور اہل سنت ہیں اور فقہ اکبر میں اس کو ترتیب خلافت کے موافق رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی آپ کا قول بھی ہے۔

ثم لا یذهب عنک الفرق بین شیعی و رمی بالتشیع و کم فی الصحیحین ممن رمی به وقد عد فی هدی الساری عشرین منهم فی مسانید صحیح البخاری فضلا عن تعلیقاته، بل فیه مثل عباد بن یعقوب رافضی جلد ثم الشبهة لا قیمة لها راسا، فکم فی الصحیحین ممن رمی بانواع البدع وقد تقرر عندهم ان المبتدع تقبل روایته اذا لم یکن داعیة۔ پھر لفظ شیعی اور رمی بالتشیع کا فرق بھی ملحوظ رہنا چاہیے۔ بخاری کے کتنے ہی ایسے راوی ہیں جن پر تشیع کا الزام ہے۔ "ہدی الساری" میں ایسی بیس سندوں کی تفصیل ہے جو خاص مسانید [صحیح] بخاری میں ہیں، تعلیقات کا تو ذکر ہی الگ رہا، بلکہ رواۃ بخاری میں عباد بن یعقوب جیسا رافضی ہے جس پر کوڑے کی حد جاری [کی] گئی تھی اور جرح میں شبہہ کی تو کوئی اہمیت نہیں، خود بخاری و مسلم میں بہت سے روای ہیں جن پر انواع واقسام کی بدعت کا شبہہ کیا گیا اور اصول محدثین کی رو سے خود بدعتی بھی اپنے مذہب نا مہذب کا داعی و مبلغ نہ ہو تو اس کی روایت مقبول ہے۔" (فتاویٰ رضویہ: ۲۸/ ۷۷-۷۹)

شاتمانِ صحابہ کا حکم

شاتمانِ صحابہ اور منکرینِ خلافت شیخین کے تعلق سے بالعموم فقہا نے تکفیر کا قول کیا ہے۔ اس سیاق میں درجن بھر سے زائد تکفیری فقہی عبارتیں نقل کرنے کے بعد فاضل بریلوی نے لکھا ہے کہ اگر ایسے بدتمیز لوگ کسی امرِ ضروری دینی کے منکر نہ ہوں، تو متکلمین ان کی بھی تکفیر نہیں کرتے اور اس حوالے سے میرا موقف بھی یہی ہے۔ فرماتے ہیں:

’’**والاحوط فیہ قول المتکلمین انھم ضلال من کلاب النار لا کفار وبہ نأخذ**۔ اس میں محتاط متکلمین کا قول ہے کہ وہ گمراہ اور جہنمی کُتے ہیں کافر نہیں، اور یہی ہمارا مسلک ہے (ت)‘‘ (۲۵۹/۱۴)

زیدیہ گمراہ ہیں کافر نہیں

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اہل تشیع کی کلی تکفیر نہیں کرتے، حتی کہ فرقۂ زیدیہ کے پیچھے نماز کی اقتدا کو کراہت شدیدہ کے ساتھ درست سمجھتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ فرقہ زیدیہ ان کے نزدیک قطعی طور پر کافر نہیں۔ لکھتے ہیں:

’’تعزیہ رائجہ بنانے کو اچھا جاننا، بدعت شیعہ کی تحسین اور حضرت امیر المومنین سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حضرت شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل بتانا رفض و بدمذہبی، یہی وجوہ اس شخص کے پیچھے نماز کے سخت مکروہ ہونے کو کافی تھے۔ خلاصہ و فتح القدیر و ہندیہ وغیرہا میں ہے: **ان فضل علیا علیھما فمبتدع**۔ اگر کوئی شخص سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دونوں خلفاء پر فضیلت دیتا ہے تو وہ بدعتی ہے۔ ت)

ارکان اربعہ میں ہے: **اما الشیعۃ الذین یفضلون علیا علی الشیخین ولا یطعنون فیھما اصلا کالزیدیۃ تجوز خلفھم الصلٰوۃ لکن تکرہ کراھۃ شدیدۃ**۔ وہ شیعہ لوگ جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شیخین (حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) پر فضیلت دیتے ہیں اور ان پر ہرگز طعن و تشنیع بھی نہیں کرتے مثلاً فرقہ زیدیہ کے لوگ، تو ان کے پیچھے نماز جائز ہے لیکن سخت مکروہ۔ (ت)‘‘ (فتاویٰ رضویہ: ۴۴۲/۶)

قوم بوہرہ کی تکفیر مشروط ہے

شیعوں کا ایک فرقہ بوہرہ ہے۔ گجرات اور مہاراشٹر وغیرہ کے علاقوں میں ان کی بڑی باثروت تعداد ہے۔ان کے ذبیحے سے متعلق فاضل بریلوی کی جو رائے ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ سب کی مطلقاً تکفیر نہیں کرتے۔فرماتے ہیں:

’’قوم بوہرہ میں جو شخص صرف بدعت رفض وغیرہ رکھتا ہو اور اس کے ساتھ ضروریات دین کا منکر نہ ہو تو اس کا بھی ذبیحہ حلال، کہ اگرچہ بدعتی مذہب ہے مگر اسلام رکھتا ہے، اور اگر ضروریات دین سے کسی امر کا انکار کرے گو دعویٰ اسلام رکھتا اور کلمہ طیبہ پڑھتا ہو، جیسے آج کل اکثر روافض زمانہ کا حال ہے تو کافر مرتد ہے اور اس کا ذبیحہ حرام مطلقاً۔‘‘ (فتاویٰ رضویہ: ۲۰ / ۲۴۳)

محقق طوسی کی عدم تکفیر کی علت

ہمارے یہاں ایک تکفیری طبقہ ایسا ہے جس کی نظر میں اس کے ایک مختصر سے جتھے کے علاوہ دنیا میں کوئی مسلمان ہے ہی نہیں۔فتاویٰ رضویہ کی فقہی عبارتوں کو لے کر وہ اپنے مزعومات و دعاوی کا اثبات بھی کرتا ہے، جب کہ فاضل بریلوی کا معاملہ یہ ہے کہ جب وہ سد ذرائع کے تحت احکام بیان کرنے کے بعد مقام تحقیق پر آتے ہیں تو متکلمانہ انداز نظر اپناتے ہوئے وہ گہر ہائے تاب دار لٹاتے ہیں جو ارباب نظر کے لیے دعوت نظارہ اور متشددین کے لیے دعوت اصلاح قبلہ ہیں۔

روافض کے مشہور عالم و محقق علامہ طوسی اثنا عشری کے بارے میں ایک استفتا اور فاضل بریلوی کا محتاط جواب آپ کی نذر ہے۔واضح رہے کہ یہ وہی محقق طوسی ہیں جن کے بارے میں مورخین نے لکھا ہے کہ یہ ہلاکو کے ساتھ تھے، موصوف نے بے شمار سنی علما، فقہا اور قضاۃ کا قتل کرایا، دینی کتابیں تلف کرائیں۔ابن قیم نے تو انھیں کافر و زندیق تک لکھا ہے۔لیکن فاضل بریلوی کا احتیاط دیکھیے:

’’کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص نصیر الدین طوسی ملوم و مذموم کو

بلفظ مولی الاعظم اور قدوۃ العلماء الراسخین اور نصیر الملۃ والدین قدس اللہ تعالیٰ نفسہ روح رمسہ (بڑا مولیٰ، پختہ علماء کے پیشوا، دین اور ملت کے مددگار، اللہ تعالیٰ ان کے نفس کو پاک کرے اور ان کی ہڈیوں کو آرام پہنچائے۔ت) سے تعبیر کرے تو ایسے کو فاسق یا کافر نہ جاننے والا دائرہ اسلام سے خارج ہوا یا نہیں، اگر نہ ہوا تو فاسق بھی ہوا یا نہیں؟ امید کہ دلیل عقلی ونقلی سے اس کا اثبات فرمایا جائے۔

الجواب: طوسی کا رفض حد کفر نہ تھا بلکہ اس نے حتی الامکان اپنے اگلوں کے کفر کی تاویلات کیں، اور نہ بن پڑی تو منکر ہو گیا اور اس کی ایسی توجیہ گناہ ضرور ہے اور منطقی فلسفی شراح ومحشین معصوم نہیں، جہاں جہاں اس نے خلاف اہل سنت کیا ہے اس کا رد کر دیا گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔" (فتاویٰ رضویہ:۲۱/۲۱۹)

وہابیہ کی تکفیر سے کف لسان

فاضل بریلوی نے شیخ ابن عبدالوہاب نجدی اور شاہ اسماعیل دہلوی کی کفریات پر طول طویل بحثیں کی ہیں اور دلائل وشواہد کے انبار لگا دیے ہیں، لیکن اس کے باوجود تکفیر کے معاملے میں کف لسان اور احتیاط برتتے ہیں۔ وہابیہ کی تکفیر کے حوالے سے بہت سے اقوال نقل کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں:

"بالجملہ اس میں شک نہیں کہ اس گروہ ناحق پر ہزاروں وجہ سے کفر لازم، اور جماہیر فقہائے کرام کی تصریحیں ان کے صریح کفر پر حکم۔ نسأل اللہ تعالیٰ العفو والعافیۃ فی الدین والدنیا والاخرۃ۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دین اور آخرت میں عفو وعافیت کا سوال کرتے ہیں۔(ت)"

لیکن اس کے بعد "تنبیہ نبیہ" کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

"یہ حکم فقہی متعلق بکلمات سفہی تھا، مگر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں بے حد برکتیں ہمارے علمائے کرام عظمائے اسلام معظمین کلمہ خیر الانام علیہ وعلیہم السلام پر کہ یہ کچھ دیکھتے، وہ کچھ سخت وشدید ایذائیں پاتے، اس طائفہ تالفہ کے پیرو سے ناحق ناروا بات پر سچے مسلمانوں خالص

سنیوں کی نسبت حکم کفر وشرک سنتے ، ایسی ناپاک وغلیظ گالیاں کھاتے ہیں باایں ہمہ نہ شدت غضب دامن احتیاط ان کے ہاتھ سے چھڑاتی، نہ ان نالائق ولایعنی خباثتوں پر قوت انتقام حرکت میں آتی ہے، وہ اب تک یہی تحقیق فرمارہے ہیں کہ لزوم والتزام میں فرق ہے، اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور بات، اور قائل کو کافر مان لینا اور بات، ہم احتیاط برتیں گے، سکوت کریں گے، جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے، فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ، نے اس مبحث کا قدرے بیان آخر رسالہ سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح (۱۳۰۷ھ) میں کیا اور وہاں بھی باآنکہ اس امام وطائفہ پر صرف ایک مسئلہ امکان کذب میں اٹھتر (۷۸) وجہ سے لزوم کفر کا ثبوت دیا، حکم کفر سے کف لسان ہی لیا۔

بالجملہ اس طائفہ حائفہ خصوصا ان کے پیشوا کا حال مثل یزید پلید علیہ ماعلیہ ہے کہ محتاطین نے اس کی تکفیر سے سکوت پسند کیا، ہاں یزید مرید اور ان کے امام عنید میں اتنا فرق ہے کہ اس خبیث سے ظلم وفسق وفجور متواتر مگر کفر متواتر نہیں اور ان حضرات سے یہ سب کلمات کفر اعلیٰ درجہ تواتر پر ہیں، پھر اگرچہ ہم براہ احتیاط تکفیر سے زبان روکیں ان کے خسار وبوار کو یہ کیا کم ہے کہ جماہیر ائمہ کرام فقہائے اسلام کے نزدیک ان پر بوجوہ کثیرہ کفر لازم، والعیاذ باللہ القیوم الدائم۔‘‘ (فتاویٰ رضویہ: ۱۵ / ۲۵۶)

امکان کذب باری کے قائلین کی تکفیر

بیسویں صدی میں مسلکی منافرت کی توسیع کے لیے جو بہت سے گم راہ کن موضوعات زیر بحث آئے ان میں ایک اہم ترین امکان کذب باری کا مسئلہ بھی ہے۔ اس کے رد میں فاضل بریلوی کا رسالہ سبحٰن السبوح عن کذب عیب مقبوح (۱۳۰۷ھ) ان کے چند نہایت عالمانہ رسائل میں سے ایک ہے۔ مستفتی نے امکان کذب کے قائلین کے پیچھے نماز کا مسئلہ پوچھا تھا۔ کتاب کے آخر میں ’’خاتمہ تحقیق حکمِ قائل میں‘‘ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

’’جان برادر! یہ پوچھتا ہے کہ ان کا یہ عقیدہ کیسا ہے اور ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے، یہ پوچھو کہ امام وماموم پر ایک جماعت ائمہ کے نزدیک کتنی وجہ سے کفر آتا ہے۔

حاش للہ حاش للہ ہزار ہزار بار حاش للہ!! میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا، ان مقتدیوں یعنی مدعیان جدید کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں اگرچہ ان کی بدعت وضلالت میں شک نہیں اور امام الطائفہ کے کفر پر بھی ہم حکم نہیں کرتے کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے، جب تک وہ وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن وجلی نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لئے کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی نہ رہے۔ فان **الاسلام یعلو ولایعلی** (اسلام غالب ہے مغلوب نہیں۔ت) مگر یہ کہتا ہوں اور بے شک کہتا ہوں کہ بلاریب ان تابع ومتبوع سب پر ایک گروہ علماء کے مذہب میں بوجہ کثیرہ کفر لازم۔ **والعیاذ باللہ ذی الفضل الدائم**'' (فتاویٰ رضویہ: ۱۵/ ۴۲۹)

اسی رسالے کے آخری سطور میں لکھتے ہیں:

''آفتاب روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ایک مذہب علمائے دین پر یہ امام ومقتدی سب کے سب نہ ایک دو کفر بلکہ صدہا کفر سراپا کفر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ **وفی ذٰلک اقول** (اس میں میں نے کہا۔ت)۔

فکفر فوق کفر فوق کفر　　کأن الکفر من کثر و وفر

کماءٍ اٰسنِ فی نتن دفر　　تتابَعَ قطرہ من تقب کفر

(کفر ہر کفر سے بڑھ کر کفر، ہر کثیر سے بڑھ کر کثیر، جیسا کہ کھڑا پانی بدبودار پانی ملنے سے خوب بدبودار ہو جاتا ہے۔ ت)

معاذ اللہ! اس قدر ان کے خسار و بوار کو کیا کم ہے، اگرچہ ائمہ محققین وعلمائے محتاطین انھیں کافر نہ کہیں اور یہی صواب ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ: ۱۵/ ۴۴۵)

کیا اہل بدعت کی تردید ہر وقت ضروری ہے؟

اہل بدعت وضلال کے رد وابطال کے حوالے سے فاضل بریلوی نے بہت زور دیا ہے۔ ان کے بعض غالی منتسبین نے فاضل بریلوی کی اس قسم کی تحریروں کی روشنی میں رد بدمذہباں بنا لیا ہے۔ وہ بھی اس سختی کے ساتھ کہ ان کی One Point Mission

کوئی محفل اہل بدعت کی تردید سے پاک نہیں ہوتی۔اس پر ظلم یہ کہ اگر کوئی شخص اپنی مجلس میں بدمذہبوں کا رد نہ کرے تو یہ متشددین اس کے حوالے سے سوءظن کا شکار ہوجاتے ہیں، اس کو بھی گم راہ سمجھ بیٹھتے ہیں اور بسا اوقات لگے ہاتھوں تکفیر کی چھری سے اسے بھی ذبح کر ڈالتے ہیں۔ایسے لوگوں کو فاضل بریلوی کی یہ تحریر بھی پڑھنی چاہیے:

''بہت ائمہ ناصحین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تو بروجہِ رد وابطال بھی، ایسی بلکہ ان سے بدرجہا کم خرافات کی اشاعت پسند نہیں کرتے اور ایک یہ وجہ بھی ہے جس کے سبب کلامِ متاخرین پر ہزاروں ہزار طعن وانکار فرماتے ہیں۔ **کما فَصّل بعضه الفاضل عليُّ القاری فی شرح الفقه الاکبر** (جیسا کہ اس میں سے بعض کی تفصیل امام فاضل ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں کی ہے۔ت)

حتّٰی کہ سیدنا امام ہمام عماد السنہ احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا عارف باللہ امام الصوفیہ حارث محاسبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس وجہ پر ملاقات ترک کردی اور فرمایا۔

ويحک! ألستَ تحکی بدعتهم اوّلاً ثمّ ترُدُّ عليهم، ألستَ تحمل الناس بتصنيفک علیٰ مطالعة البدعة، و التفکر فی الشبهة، فيدعوهم ذٰلک الی الرّأیِ و البحثِ و الفتنة

تجھ پر افسوس، کیا تُو پہلے اُن کی بدعات کو نقل نہیں کرتا پھر اُن کا رَد کرتا ہے، کیا تو اپنی تصنیف کے ذریعے لوگوں کو بدعت کے مطالعہ اور شبہات میں غور کرنے پر برانگیختہ نہیں کرتا ہے؟ چنانچہ یہ بات ان کو رائے، بحث اور فتنہ کی طرف دعوت دیتی ہے۔(ت) اگرچہ ہے یوں کہ رد اہل بدعت، وقت حاجت اہم فرائض سے ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ: ۲/۷ ۱۳۰)

افسوس کہ مدعیان حقانیت اور دعویداران بہشت یک رخے، غیر علمی اور انتہائی غیر سنجیدہ ہوگئے ہیں۔فتاویٰ رضویہ کی چند عبارتیں لے کر انھوں نے اپنا خودساختہ مسلک بنالیا ہے۔ان سے یہ امید رکھنا کہ فتاویٰ رضویہ کا بالاستیعاب مطالعہ کریں ایک ایسی آرزو ہے جس کی تکمیل کے آثار بظاہر نظر نہیں آتے۔

ناظم ندوہ کی تعریف وتردید

امرؤ القیس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مشہور ہے کہ آپ نے اس کے لیے یہ الفاظ کہے: ''اشعر شعراء العرب و قائدھم الی النار'' پہلا حصہ اس کے شعری وفنی محاسن کی تحسین ہے تو دوسرا حصہ اس کی بداعتقادی وبدعملی کا انجام۔ فاضل بریلوی سے ناظم ندوہ مولانا سید محمد علی مونگیری کے بارے میں سوال ہوا تو انھوں نے ان کے فکر وعمل کا احتساب کرتے ہوئے آخر میں لکھا:

''ناظم صاحب ہمارے قدیم عنایت فرما ہیں اور دین و مذہب سے جدا کر کے ہم انھیں ایک معقول آدمی جانتے ہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ: ۲۷/ ۵۸۰)

یہ ہے اعلیٰ حضرت کا مسلک، یہ الگ بات ہے کہ ان کے مسلک کا بلند بانگ نعرہ لگانے والے اس مسلک کو تار تار کرتے نظر آتے ہیں۔ کسی گمراہ اور بدعقیدہ کی کسی اچھائی کا ذکر کر دیجیے یہ متشددین آپ کی تکفیر یا تضلیل کیے بغیر دم نہیں لیں گے۔

علم ما کان وما یکون کا منکر گمراہ نہیں

عقائد کے معاملے میں ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ عقائد میں کسی سطح پر کسی سے بھی اختلاف برداشت نہیں کیا جاسکتا، جب کہ اہل نظر پر روشن ہے کہ عقائد کے بھی مختلف درجات ہیں۔ عقائد میں برپا ہونے والا ہر اختلاف ایمان وکفر کا اختلاف نہیں ہوتا۔ یہی اعلیٰ حضرت کا مسلک ہے جس سے مسلک اعلیٰ حضرت کے بیشتر علم بردار بے خبر ہیں۔ اس کی ایک مثال علم غیب کے معاملے میں فاضل بریلوی کا محتاط موقف بھی ہے۔

فاضل بریلوی اپنے آقا ومولیٰ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم ما کان وما یکون کا حامل مانتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ان کو یہ بات بھی پتہ ہے کہ یہ عقیدہ کوئی ضروریات دین یا ضروریات اہل سنت سے نہیں ہے۔ خود اہل سنت کا اس میں اختلاف ہے۔ اس لیے اگر کوئی اس مسئلے میں فاضل بریلوی سے اختلاف کرتا ہے تو وہ اسے کافر کا یا گم راہ کہنے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں۔ فرماتے ہیں:

''ہاں! اگر تمام خباثتوں سے پاک ہو اور علم غیب کثیر و وافر بقدر مذکور پر ایمان رکھے، عظمت کے ساتھ اس کا اقرار کرے، صرف احاطہ جمیع ما کان وما یکون میں کلام کرے اور ان میں ادب وحرمت ملحوظ رکھے تو گمراہ نہیں صرف خطا پر ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ: ۶/ ۵۴۱)

''محمد نے خدائی کی'' قابل تاویل ہے:

ایک مقام پر فاضل بریلوی سے چند اشعار کے بارے میں حکم شرعی دریافت کیا گیا ہے، ان میں سے درج ذیل اشعار/ مصرعوں کو انہوں نے قابل تاویل بتایا ہے، اگر چہ تاویل بعید ہے۔

(۱) میم کی چادر منہ پر ڈال احمد بن کر آیا
(۲) محمد نے خدائی کی خدا نے مصطفائی کی
کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کوئی دیکھے تو کیا دیکھے

(ج:۱۵، ۲۹۸-۲۹۹)

اسی طرح فاضل بریلوی سے اس شعر کے بارے میں سوال ہوا:

سکھی پاپ کی گٹھری تو سیس دھری کہیں روس نہ جاویں سام ہری
کتے جا کے بروں کہاں ڈوب مروں سیاں سے حیا شرماوت ہے

اس میں حق تعالیٰ کے لیے ''سام ہری'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، فاضل بریلوی نے اسے ناجائز بتاتے ہوئے لکھا ہے:

''شاعر نے بڑی خطا کی، بہت برا کیا، اس پر توبہ لازم ہے مگر حکم کفر غلو و غلط ہے۔ **لایخرج العبد من الایمان الا جحود ما ادخله فیه، سواء صرح به أو جحد و جحد الجحود۔ وهذا اخبث واعند العنود۔ والعیاذ بالله تعالیٰ۔ والله تعالیٰ اعلم۔** بندہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا مگر جب کہ وہ ایسی چیز کا انکار کرے جس کے ذریعہ سے وہ ایمان میں داخل ہوا تھا، خواہ وہ تصریح کرے یا انکار، اور انکار کا انکار یہ زیادہ خبیث اور سبب عناد ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت) (ج:۱۵، ۷-۳)

من تشبہ بقوم کی تشریح جمیل

''حق تحقیق و تحقیق حق یہ ہے کہ تشبہ دو وجہ پر ہے: التزامی ولزومی۔

التزامی یہ ہے کہ یہ شخص کسی قوم کے طرز و وضع خاص اسی قصد سے اختیار کرے کہ ان کی سی صورت بنائے، ان سے مشابہت حاصل کرے حقیقۃً تشبہ اسی کا نام ہے **فان معنی القصد والتکلف ملحوظ فیہ کمالا یخفی** (اس لئے کہ قصد اور تکلف کے مفہوم کا اس میں لحاظ رکھا گیا ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت) اور لزومی یہ کہ اس کا قصد تو مشابہت کا نہیں مگر وہ وضع اس قوم کا شعار خاص ہو رہی ہے کہ خواہی نخواہی مشابہت پیدا ہوگی۔

التزامی میں قصد کی تین صورتیں ہیں:

اول یہ کہ اس قوم کو محبوب و مرضی جان کر اُن سے مشابہت پسند کرے یہ بات اگر مبتدع کے ساتھ ہو بدعت اور کفّار کے ساتھ معاذ اللہ کفر، حدیث **من تشبہ بقوم فھو منھم** (جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے تو وہ انہی میں سے شمار ہوگا۔ت) حقیقۃً صرف اسی صورت سے خاص ہے۔۔۔

دوم کسی غرض مقبول کی ضرورت سے اسے اختیار کرے وہاں اس وضع کی شناعت اور اس غرض کی ضرورت کا موازنہ ہوگا، اگر ضرورت غالب ہو تو بقدر ضرورت کا وقت ضرورت یہ تشبیہ، کفر کیا معنی ممنوع بھی نہ ہوگا، جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی کہ بعض فتوحات میں منقول رومیوں کے لباس پہن کر بھیس بدل کر کام فرمایا اور اس ذریعہ سے کفار اشرار کی بھاری جماعتوں پر باذن اللہ غلبہ پایا، اسی طرح سلطان مرحوم صلاح الدین یوسف انار اللہ تعالیٰ برھانہ کے زمانے میں جبکہ تمام کفار یورپ نے سخت شورش مچائی تھی دو عالموں نے پادریوں کی وضع بنا کر دورہ کیا اور اس آتش تعصب کو بجھا دیا۔۔۔

سوم نہ تو انہیں اچھا جانتا ہے نہ کوئی ضرورت شرعیہ اس پر حامل ہے بلکہ کسی نفع دنیوی کے لئے، یا یوہیں [یونہی] بطور ہزل واستہزاء اس کا مرتکب ہوا تو حرام و ممنوع ہونے میں شک نہیں اور اگر وہ وضع ان کفار کا مذہبی دینی شعار ہے جیسے زنّار، قشقہ، چُٹیا، چلیپا، تو علماء نے

اس صورت میں بھی حکم کفر دیا **کماسمعت اٰنفا** (جیسا کہ تم نے ابھی سنا۔ت) اور فی الواقع صورت استہزاء میں حکم کفر ظاہر ہے۔ **کمالایخفی** (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت)

اورلزومی میں بھی حکم ممانعت ہے جبکہ اکراہ وغیرہ مجبوریاں نہ ہوں، جیسے انگریزی منڈا، انگریزی ٹوپی، جاکٹ، پتلون، اُلٹا پردہ، اگرچہ یہ چیزیں کفار کی مذہبی نہیں مگر آخر شعار ہیں،تو ان سے بچنا واجب اور ارتکاب گناہ۔ ولہذا علماء نے فسّاق کی وضع کے کپڑے موزے سے ممانعت فرمائی۔۔۔

مگراس کے تحقق کواس زمان ومکان میں ان کا شعار خاص ہونا قطعاً ضرور،جس سے وہ پہچانے جاتے ہوں اوران میں اوران کے غیر میں مشترک نہ ہو، ورنہ لزوم کا کیا محل(۱)، ہاں وہ بات فی نفسہٖ شرعاً مذموم ہوئی تو اس وجہ سے ممنوع یا مکروہ رہے گی نہ کہ تشبّہ کی راہ سے۔۔۔

اس تحقیق سے روشن ہوگیا کہ تشبُّہ وہی ممنوع ومکروہ ہے جس میں فاعل کی نیت تشبہ کی ہو یا وہ شے ان بدمذہبوں کا شعار خاص یا فی نفسہ شرعاً کوئی حرج رکھتی ہو، بغیر ان صورتوں کے ہرگز کوئی وجہ ممانعت نہیں۔

اب مسئلہ مسئولہ کی طرف چلئے، دھوتی باندھنے والے مسلمانوں کا یہ قصد تو ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ کافروں کی سی صورت بنائیں، نہ مدعی نے اس پر بنائے کلام کی بلکہ مطلقاً دھوتی باندھنے کو ان سخت شدید اختراعی احکام کا مورد قرار دیا، نہ زنہار قلب پر حکم روا نہ بدگمانی جائز، **قال اللّٰہ تعالیٰ:** وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا (الاسراء:۳۶)۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ان باتوں کے پیچھے نہ پڑو جن کا تمہیں کچھ علم نہیں۔ بے شک کان، آنکھ اور دل کے متعلق (بروز قیامت) پوچھا جائے گا۔(ت)۔۔۔

---

(۱) یہی وجہ ہے کہ اب مذکورہ ملبوسات کے حوالے سے علما نے اپنی رائے تبدیل کر لی ہے۔

اور اگر وہاں کے مسلمان اسے لباس کفار سمجھتے ہوں تو احتراز مؤکد ہے۔ حرج پیچھے گھرسنے میں ہے، ورنہ تہ بند تو عین سنت ہے۔ اس سے زائد کچھ لفّاظیاں شخص مذکور نے کہیں محض بے اصل و باطل اور حلیہ صدق و صواب سے عاطل ہیں، بالفرض اگر دھوتی باندھنا مطلقاً ممنوع بھی ہوتا تاہم اس میں اُتنا وبال نہ تھا جو شرع مطہر پر دانستہ افترا کرنے میں۔''

(فتاویٰ رضویہ: ۲۴/ ۵۲۹-۵۳۱)

ہر سنی کے کلام میں تا حدِ امکان تاویل لازم

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سجدۂ تعظیمی کے حوالے سے تفصیلی عالمانہ گفتگو کرنے کے بعد آخر میں بعض مشائخ چشت سے اس کے ثبوت پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فیصلہ ہمیشہ جمہور کی رائے پر ہوتا ہے نہ کہ فرد واحد پر، پھر یہ کہ کیا خبر کہ مشائخ چشت کی طرف اس امر کا انتساب درست ہے بھی یا نہیں اور اگر انتساب صحیح و مستند ہو بھی تو حتی الامکان تاویل کی جائے گی۔ فرماتے ہیں:

''اگر بہ ثبوت معتمد ثابت ہو اور گنجائش تاویل رکھتا ہے تاویل واجب اور مخالفت مندفع۔ اولیاء کی شان تو ارفع ہر مسلمان سنی کے کلام میں تا حد امکان تاویل لازم۔''

(فتاویٰ رضویہ: ۲۲/ ۵۱۶)

مسلمان کو کافر کہنے والے کی تکفیر؟

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا فتویٰ ہے کہ شاتم رسول اور کافر و بے دین کے کفر میں شک کرنے والا خود کافر ہے، یہ بات ہر رضوی بریلوی کو یاد ہے، وہ بھی اس شان سے کہ اب کسی متشکک فی الکفر کی تکفیر میں کسی طرح کے غور و خوض اور تحقیق مزید کی ضرورت نہیں ہے، لیکن دوسری طرف فاضل بریلوی کا یہ بھی موقف ہے کہ جو کسی ایک مسلمان کو بھی کافر کہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے، یہ بات متشددین اور مسلک اعلیٰ حضرت سے منحرف لوگوں کو بالکل ہی یاد نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رقم طراز ہیں:

''جمہور ائمہ کرام فقہائے اعلام کا مذہب صحیح و معتمد و مفتی بہ یہی ہے کہ جو کسی ایک

مسلمان کو بھی کافر اعتقاد کرے خود کافر ہے، ذخیرہ وبزازیہ وفصول عمادی وفتاوٰی قاضی خاں وجامع الفصولین وخزانۃ المفتین وجامع الرموز وشرح نقایہ برجندی وشرح وہبانیہ ونہر الفائق ودرمختار ومجمع الانہر واحکام علی الدرر وحدیقہ ندیہ وعالمگیری وردالمحتار وغیرہا عامہ کتب میں اس کی تصریحات واضحہ، کتب کثیرہ میں اسے فرمایا: **المختار للفتوی** (فتوٰی کے لیے مختار ہے۔ت) شرح تنویر میں فرمایا: **بہ یفتی** (اس پر فتوٰی دیا جاتا ہے۔ت)

یہ افتاء وتصحیحات اس قول اطلاق کے مقابل ہیں کہ مسلمانوں کو کافر کہنے والا مطلقا کافر اگرچہ محض بطور دشنام کہے نہ از راہ اعتقاد، جامع الفصولین میں ہے: **قال لغیرہ: یا کافر! قال الفقیہ الاعمش البلخی: کفر القائل، وقال غیرہ من مشایخ بلخ: لایکفر، فاتفقت ہذہ المسألۃ ببخاری، اذ أجاب بعض ائمۃ بخاری أنہ کفر فرجع الجواب الی بلخ فمن افتی بخلاف الفقیہ الاعمش رجع الی قولہ وینبغی ان لایکفر علی قول ابی اللیث وبعض ائمۃ بخاری والمختار للفتوٰی فی جنس ہذہ المسائل ان قائل ہذہ المقالات لو ارادالشتم ولایعتقد کافرا لایکفر ولو اعتقد کافرا کفر۔** (اختصارا)

کسی نے غیر کو کہا: اے کافر! امام اعمش فقیہ بلخی نے فرمایا: وہ کافر ہوگیا، اوران کے علاوہ دیگر مشائخ نے فرمایا: وہ کافر نہ ہوگا، اوریہی مسئلہ بخاریٰ میں پیش آیا تو بخاری کے بعض ائمہ نے فرمایا: وہ کافر ہوگیا۔ جب یہ جواب بلخ پہنچا تو جن لوگوں نے امام اعمش فقیہ کے خلاف فتوی دیا تھا انھوں نے رجوع کر کے اعمش کے قول سے اتفاق کرلیا، اورابولیث اور بخاری کے بعض ائمہ کے نزدیک کافر نہ کہنا مناسب ہے جبکہ اس قسم کے مسائل میں فتوی یہ ہے کہ مسلمان کو کافر کہنے والے نے اگر گالی مراد لی ہو اور کفر مراد نہ لیا تو کافر نہ ہوگا۔ اوراگر اس نے کفر کا اعتقاد کیا تو وہ کافر ہے۔ (اختصارا)

توفقہائے کرام کے قول مطلق وحکم مفتی بہ دونوں کے رو سے بالاتفاق ان پر حکم کفر ثابت، اوریہی حکم ظواہر احادیث صحیحہ جلیلہ سے مستفاد، صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہا میں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **ایما امرئ قال لاخیه کافرا فقد باء بها احدهما، زاد مسلم ان کان کما قال والا رجعت الیه** جو کسی کلمہ گو کو کافر کہے ان دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی، اگر جسے کہا وہ فی الحقیقۃ کافر ہے تو خیر، ورنہ یہ کفر کا حکم اسی قائل پر پلٹ آئے گا۔ (ت)'' (فتاویٰ رضویہ: ۱۱/ ۳۷۹، ۳۸۰)

حیرت ہوتی ہے کہ فقہی گفتگو کے وقت اس بات کو اس شد و مد سے لکھنے کے بعد بھی دوسرے مقام پر جب فاضل بریلوی نے متکلمانہ شان سے بات کی ہے تو وہاں جلوہ دوسرا ہے۔ بات چل رہی تھی ان وہابیہ کو جو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سنتے وقت انگوٹھے چومنے کو حرام و کفر اور چومنے والوں کو کافر کہتے ہیں، فاضل بریلوی نے ان کے رد میں دلائل و شواہد کے انبار لگا دیے اور متعدد طرق سے ان کی کی گمراہیوں اور انحرافات کو ثابت کیا۔ لیکن کیا وہ متشددین مسلمانوں کی تکفیر کی پاداش میں خود کافر ہو جائیں گے؟ فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

''تاہم کسی پر کفر کا حکم بہت بڑا معاملہ ہے۔ دائرہ اسلام سے کسی شخص کو خارج نہیں کرتا مگر اسلام میں داخل کرنے والے امر کا انکار جبکہ تقبیل کا عمل حضرت آدم علیہ السلام یا دیگر انبیاء علیہم السلام سے پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا، چہ جائیکہ درجہ تواتر کو پہنچے اور ضروریات دین کے درجہ میں ہو جائے، ان لوگوں کا اس عمل سے انکار صرف اس بات پر مبنی ہے کہ یہ عمل ثابت نہیں نہ کہ ثابت مان کر از راہ اہانت انکار کرتے ہیں، لہذا اس بناء پر ان کو کافر کہنے کی کوئی وجہ نہیں، بلکہ اس بناء پر کافر کہنا خود خطرناک معاملہ ہے۔ یہ بدبخت لوگ ہیں جو مسلمانوں کو اپنی زبانوں سے کفر میں مبتلا کرتے ہیں اور معمولی معمولی باتوں پر ان کو مشرک اور کافر کہتے ہیں، یہ قیامت کے روز جواب دہ ہوں گے اور ان کو فیصلہ کے وقت اس الزام کا جواب دینا ہوگا، بہت احتیاط کرنی ضروری ہے تا کہ ان لوگوں کی خصلت قبیحہ اور قطعی بدبختی کا ارتکاب لازم نہ آئے۔

ہاں کافر و مشرک کہنے کی بناء پر کفر دونوں میں کسی ایک پر ضرور عائد ہوتا ہے اور ہلاک کرتا ہے اور کسی کی بلاوجہ تکفیر پر کفر کا حکم لازم ہوتا ہے۔ یہ روایات بڑے بڑے

ائمہ محدثین، امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن حبان نے صحاح، مسانید، سنن میں حضرت عبداللہ بن عمر، ابوہریرہ ابوذر اور ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت فرمائی ہیں، یہ جاہل لوگ جو کہ ظاہر حدیث پر عمل بزعم خویش لازم کہتے ہیں اور اہل حدیث کہلاتے ہیں ان کو غور کرنا چاہئے کہ ان روایات کا مصداق ہیں یا نہیں اور کیا امام فقیہ ابوبکر اعمش اور تمام ائمہ بلخ اور بہت سے ائمہ بخارا کا فتویٰ ہے کہ کسی مسلمان کی تکفیر سے انسان مطلقا کافر ہوجاتا ہے، پر عمل لازم آتا ہے بلکہ معتمد اور صحیح مذہب پر فتوی ہے کہ کسی مسلمان کو بطور اعتقاد جازم کافر قرار دینے سے انسان کافر ہوجاتا ہے اور درمختار میں ہے اسی پر فتوی ہے اور شرح نقایہ قہستانی میں **انه المختار** ذخیرہ احکام جواہر اخلاطی فصول عمادی۔ شرح درر غرر، شرح نقایہ برجندی، شرح وہبانیہ، علامہ ابن الشحنہ، نہر الفائق، حدیقہ ندیہ، فتاویٰ ہندیہ اور ردالمحتار وغیرہا کتب میں **انه المختار للفتوی بالقطع و الیقین** فرمایا ہے تو مسلمانوں کو کافر کہنے والے اس طائفہ پر ان فتاویٰ پر ان فتاویٰ کی روشنی میں کفر وارتداد کا حکم بلا شک وشبہہ لازم آتا ہے، جیسا کہ اس فقیر نے اپنے رسالہ مبارکہ مسمّٰی باسم التاریخی **النهی الاکید عن الصلٰوة وراء عدی التقلید** میں مفصل بحث ذکر کی ہے۔

تاہم ہمیں بحمدہٖ تعالیٰ ابھی احتیاط لازم اور ضروری ہے اور ان کافر بتانے والوں کو کافر کہنے سے اجتناب کریں گے جیسا کہ میں نے اسی رسالہ میں اور دیگر تصانیف میں بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دینے والا اور وہی میرا مولیٰ ہے۔ **واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔**
(ت)'' (فتاویٰ رضویہ: ۲۲ / ۳۶۴، ۳۶۶)

فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کرنے والوں کو یہ نکتہ سامنے رکھنا چاہیے کہ فاضل بریلوی کبھی فقیہانہ گفتگو کرتے ہیں اور کبھی متکلمانہ۔ فقہی اور کلامی بصیرتوں سے بے بہرہ لکیر کے فقیر یا شدت غضب اور جوش تکفیر میں جینے والے محبین بے نظیر، امام بریلوی کے اداشناس نہیں ہیں۔ یہ لوگ مسلک اعلیٰ حضرت کا نام لے کر اعلیٰ حضرت کے علمی مسلک کا خون کرتے ہیں۔

بات بات پر تکفیر کرنا وہابیہ کا طریقہ ہے

تکفیر مسلم کا آغاز خوارج نے کیا تھا جن کے نزدیک گناہ کبیرہ کا مرتکب شخص سرے سے اسلام سے خارج ہو جایا کرتا تھا۔ یہ اس معاملے میں اتنے جری تھے کہ انھوں نے حضرت علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کو بھی نہیں بخشا۔ تکفیر مسلم کے ساتھ قتل مسلم میں بھی یہ لوگ حد سے بڑھے ہوئے تھے اور اس حوالے سے وہ عورتوں اور بچوں تک کا بھی خیال نہیں رکھتے تھے۔ وہابیت کی دوسو سالہ تاریخ بھی خارجیت سے انتہائی حد تک متاثر نظر آتی ہے۔ اس وقت علمائے ازہر اور عالم اسلام کے معتدل علما وہابیہ کی تکفیر پسندی اور غارت گری سے بے حد پریشان ہیں۔ وہ امت مسلمہ کے اندر اعتدال، وسطیت، سماحت، رواداری اور دوسروں کو برداشت کرنے کا جذبہ پیدا کرنے کی جی جان سے کوششیں کر رہے ہیں۔ اب تو شیخ یوسف القرضاوی جیسے قدرے نرم اخوانی علما بھی تکفیری ظاہرے سے پریشان ہیں۔(۱) مگر تکفیر مسلم کا جن رام ہوتا نظر نہیں آتا۔ فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کیجیے تو پتہ چلتا ہے کہ فاضل بریلوی بھی اسی خیال کے ہم نوا تھے کہ بات بات پر تکفیر کرنا وہابیہ کا طریقہ اور خوارج کی ڈگر ہے۔ لکھتے ہیں:

''دوسرے اہلِ افراط کہ اکثر واعظین وہابیہ وغیرہم جُہّال مُشدّد دین ہیں، ان حضرات کی اکثر عادت ہے کہ ایک بیجا کے اٹھانے کو دس ۱۰ بیجا اس سے بڑھ کر آپ کریں، دوسرے کو خندق سے بچانا چاہیں اور آپ عمیق کنویں میں گریں، مسلمانوں کو وجہ بے وجہ کافر، مشرک، بے ایمان ٹھہرا دینا تو کوئی بات ہی نہیں، ان صاحبوں نے نکاحِ بیوہ کو گویا علی الاطلاق واجب قطعی وفرض حتمی قرار دے رکھا ہے کہ ضرورت ہو یا نہ، بلکہ شرعاً اجازت ہو یا نہ ہو، بے نکاح کئے ہرگز نہ رہے اور نہ صرف فرض بلکہ گویا عین ایمان ہے کہ ذرا کسی بناء پر انکار کیا اور ایمان گیا اور ساتھ لگے آئے گئے پاس پڑوسی سب ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے کہ کیوں پیچھے پڑ کر نکاح نہ کر دیا اور اگر بس نہ تھا تو پاس کیوں گئے، بات کیوں کی، سلام کیوں لیا، بات بات پر

---

(۱) مطالعہ کیجیے ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی کتاب: ظاهرة الغلو في التكفير

عورتیں نکاح سے باہر، جنازہ کی نماز حرام، تمام کفر کے احکام۔ **ولا حول و لا قوۃ الاّ باللہ العلی العظیم**۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **ھلک المتنطعون۔ رواہ الائمۃ احمد و مسلم و ابو داؤد عن ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ**۔ ہلاک ہوئے بے جا تشدّد کرنے والے (اس کو امام احمد، امام مسلم اور امام ابوداؤد نے حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا۔ ت)'' (فتاویٰ رضویہ: ۱۲/ ۲۹۰)

لعنتی طرز فکر کے حاملین متوجہ ہوں

آج کل نہ صرف بات بات پر تکفیر کا ماحول گرم ہے بلکہ آپس میں ہی ایک دوسرے پر لعنت بھیجتے ہوئے بھی دریغ نہیں کیا جاتا۔ امام غزالی کا قول مشہور ہے کہ وہ یزید پر بھی لعنت بھیجنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ لعنت کس پر بھیجی جائے؟ اس حوالے سے فاضل بریلوی کی یہ اصولی رائے پڑھیے: ''لعنت بہت سخت چیز ہے، ہر مسلمان کو اس سے بچایا جائے بلکہ لعین کافر پر بھی لعنت جائز نہیں جب تک اس کا کفر پر مرنا قرآن وحدیث سے ثابت نہ ہو۔ **والعیاذ باللہ تعالیٰ**۔'' (فتاویٰ رضویہ: ۲۱/ ۲۲۲)

کسی کا فتویٰ حرف آخر نہیں

موجودہ عہد کا ایک غیر علمی مہلک مرض یہ ہے کہ لوگوں نے اپنے بعض محبوب علما کو غیر اعلانیہ طور پر مقام عصمت پر بٹھا رکھا ہے۔ ایسے علما کے فتاویٰ کے بارے میں یہ اصرار کیا جاتا ہے کہ ہر عالم ان کی تصدیق کرے؛ کیونکہ وہ سب سے بڑے عالم کے فتاویٰ ہیں، جیسے عالم نہ ہوئے پیغمبر ہوئے جن پر ایمان لانا ہر فرد امت پر واجب ہو۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اس طرز فکر کے شدید مخالف ہیں۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے ایک فتوے کے بارے میں فاضل بریلوی سے استفسار ہوا تو آپ نے برجستہ طور پر ان کے فتوے کو غلط کہا (۱) اور اس کے ساتھ یہ اصولی بات لکھی:

''شاہ صاحب سے اس مسئلہ میں غلطی ہوئی، اور وہ نہ فقط فتاوٰی بلکہ تفسیر عزیزی میں

---

(۱) اور شاہ عبد العزیز محدث وہ ہیں جن سے خود فاضل بریلوی کے پیر و مرشد حضرت شاہ آل رسول احمدی مارہروی قدس سرہ کو شرف تلمذ حاصل ہے اور انھیں کے واسطے سے اجازت حدیث ان کے خاندان میں رائج۔

بھی ہے، اور نہ ایک ان کا فتاوٰی بلکہ کسی بشر غیر معصوم کی کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں سے کچھ متروک نہ ہو، سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: **کل ماخوذ من قولہ ومردود علیہ الا صاحب ھذا القبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔** یہ تمام حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا ہر ایک اپنے قول پر ماخوذ ہوگا اور قول کو اس پر رد کیا جائے گا، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ: ۲۰/ ۲۹۶)

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: ''ہر عاقل مسلمان جانتا ہے کہ نوع بشر میں عصمت خاصہ انبیاء ہے، نبی کے سوا کوئی کیسے ہی عالی مرتبے والا ایسا نہیں جس سے کوئی نہ کوئی قول ضعیف خلاف دلیل یا خلاف جمہور نہ صادر ہوا ہو۔ **کل ماخوذ من قولہ ومردود علیہ الا صاحب ھذا القبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم** (ہر آدمی کی اس کے کہنے سے گرفت ہوگی، اور اس پر وہ قول لوٹا دیا جائے گا سوائے اس قبر والے کے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلام ہو (یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس)۔ت) (فتاوٰی رضویہ: ۲۶/ ۵۷۷)

ایک جگہ اور لکھتے ہیں: ''مکتوبات مثل اور کتب مشائخ کے ہے اور تفصیل عقائد اہل سنت وبیان مسائل نفیسہ فقہ وکلام کے سبب بہت کتب پر مزیت ہے البتہ سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ ائمہ دین کا ارشاد **کل ماخوذ من قولہ** الخ (ہر ایک اپنے قول سے پکڑا جاتا ہے الخ۔ت) سوائے قرآن عظیم سب کتب کو شامل ہے۔ نہ اس سے ہدایہ، درمختار مستثنٰی، نہ فتوحات ومکتوبات وملفوظات۔'' (فتاوٰی رضویہ: ۲۶/ ۵۷۷)

لیکن یہ علمی واصولی بات آج کس کو سنائی جائے جب کہ ہر شخص پوری دنیا کو اپنی جزئیات کا پابند بنانا چاہتا ہے اور علمی وفقہی اصولوں کو دن کے اجالوں میں قتل کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

فیصل مبارک پوری نے کہا تھا:

گل ادب کو کترتا ہے اب وہی ظالم　　　جو دیکھنے میں مکمل ادیب لگتا ہے

اور اب فقیر کہتا ہے:

اصول فقہ کو پامال کر رہا ہے وہ　　　جو دیکھنے میں مکمل فقیہ لگتا ہے

متنازع خطاب کا اہم حصہ

خطاب: مولانا عبید اللہ خان اعظمی
ناقل: سید شعیب العلیم بقائی

(۱) ایک کو ہم ہندو کے نام سے جانتے ہیں، دوسرے کو مسلمان کے نام سے۔ باپو نے ہمیں یہ مزاج دیا ہے کہ 'ہندو' شروع ہوتا ہے 'ہا' سے 'مسلم' شروع ہوتا ہے 'ما' سے۔ 'ہا' کو وہاں سے نکالو! 'ما' کو یہاں سے نکالو!! جوائنٹ کر دو تو یہ 'ہم' بنتا ہے 'ہم' بن کر رہو، تا کہ مضبوط ہندوستان بنا رہے۔

(۲) میرے بزرگو، میرے ساتھیو، میری بہنو، ماتاؤ! مجھے اچھی طرح یاد ہے، جب اس ملک کے Ex Prime Minister of India وشوناتھ پرتاپ سنگھ کے ساتھ میں آل انڈیا جنرل سکریٹری جنتا دل کی حیثیت سے As a member of parliament کام کر رہا تھا، اس وقت انسانیت کی بات چلی، آدمیت کی بات چلی، مانوتا کے اُپاتھان کی بات چلی، تو وی، پی، سنگھ صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ عبید اللہ بھائی! کبھی موقع ملے تو مراری باپو کا درشن ضرور کر لیجئے!

(۳) آج ہم اس ''رام کتھا'' میں ہیں، اور مراری باپو ہی کو حق پہونچتا ہے رام کتھا کی کتھا بیان کرنے کا، رام کو کس طرح سے لوگوں نے دیکھا، سمجھا، پرکھا؟ میں نے As a

مسلمان کس طرح دیکھا، میری تاریخ ادب اردو نے رام کی حیثیت کو کس طرح جانوایا اور پہچانوایا؟ میں ڈاکٹر سر محمد اقبال کی اس نظم کا حوالہ دوں گا جس نظم کا عنوان ہی ہے 'رام'۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال لکھتے ہیں:

ہے رام کے وجود پہ ہندوستاں کو ناز
اہل نظر سمجھتے ہیں اس کو امام ہند

شری رام کا وجود ایسا پاک اور پوتر وجود ہے، ان کا کیرکٹر اتنا نرالا، پیارا اور بے مثال ہے کہ جو Intellectual Class ہے، جو چیزوں کی گہرائی میں اتر کر ان کی حقیقتوں کو جاننے کی معرفت حاصل کرنا چاہتا ہے، وہ شری رام کو امام ہند مانتا ہے۔ امام سے بڑا کسی کا درجہ نہیں ہوتا۔ ہندوستان میں سب سے بڑے، اس انسان کو امام ہند کے نام سے ڈاکٹر سر محمد اقبال نے یاد کیا ہے۔ رام نام ہے سچائی کا جو جھوٹ کو پراجت کرتا ہے۔ رام نام ہے مظلوموں اور دکھی لوگوں کی حمایت کا، جو ظلم کی گردن پکڑتا ہے۔ رام نام ہے اس ٹھنڈی ہوا کا، جو جھلسائی ہوئی دھوپ میں انسان کے لئے چھتر چھایا بن جاتی ہے۔ رام نام ہے سورج کی اس روشنی کا جس کے ذریعہ اندھیرے دور ہوتے ہیں، رام نام ہے چاند کی اس چاندنی کا جس کے ذریعہ لوگوں کو سکون ملتا ہے۔ میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا۔ نفرت کے مقابلے میں محبت کے بادل برسائے۔ انسان کی کھوئی ہوئی عظمت کو واپس کروایا۔ سیتا جی کے ساتھ ایک آتنک وادی نے جو آتنک کرنے کی گھٹنا رچی تھی، ہم اسے 'راون' کے نام سے جانتے ہیں۔ اس آتنک واد کے خلاف شری رام جی نے جہاد چھیڑا تھا۔

(۴) آج لفظ 'جہاد' اور لفظ 'آتنک واد' پر بڑی بحث ملک میں ہو رہی ہے۔ میں باپو کی موجودگی میں اپنا سوبھاگیہ سمجھتا ہوں کہ اپنے وچاروں کو آپ کے سامنے دو چار منٹ کی اگر اجازت ہو تو رکھ دوں۔ ایک چیز ہے آتنک واد جس سے ہمارا پورا ملک پیڑت ہے، ہمارا ہی ملک نہیں، سارا سنسار پیڑت ہے۔ کسی کو آتنکت کرنا یہی تو ہے آتنک واد۔ اور جو ایسا کرتب

کرتا ہے وہی ہے آتنک وادی۔ ایسے آتنک واد کا توڑ اور ایسے آتنک واد کے خلاف لڑائی لڑنے کا نام عربی زبان میں جہاد ہے۔ اس لفظ 'جہاد' کو اتنا اپوتر کر کے رکھا ناپاک لوگوں نے کہ جو لڑائی آتنک کے خلاف لڑنے کا ہتھیار تھا، اسی ہتھیار کو آج آتنک کا نام دے دیا گیا۔ جہاد نام ہے جدوجہد کا۔ پریشرم کا۔ Positive Way میں پریشرم کا نام جہاد ہے اور Negative Way میں پریشرم کا نام آتنک واد ہے۔ اسی Negative Way میں جب پریشرم کیا تھا راون نے، تو شری رام نے اس کے خلاف جدوجہد کیا تھا، مانوتا کی عزت بچانے کے لئے۔ صرف سیتا جی کی عزت کا سوال نہیں تھا، قیامت کی صبح تک پیدا ہونے والی ان ساری سیتاؤں کی عزت کا سوال تھا، جن کی عزت کے لئے رام نے اپنے جہاد کا قدم اٹھایا تھا۔

(۵) اس عظیم نام کو لیتے ہی نفرت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ جہاں وہ نام لیا جائے اور وہاں بھی سماج میں نفرت موجود ہو تو اس کا مطلب یہ کہ ہم شری رام کا نام زبان سے تو لیتے ہیں، اپنے عمل میں، اپنے کرتب میں، اپنے سنسکار میں شری رام کو داخل نہیں کرتے۔

(۶) تو آج کی اس محفل میں، میں بہت زیادہ کچھ نہیں کہوں گا۔ میں صرف اتنا ہی کہوں گا۔ میں جب آیا تو میری بیگم نے بھی مجھ سے کہا کہ میں مراری باپو کو جب بھی ٹی، وی پہ دیکھتی ہوں تو جب تک ان کا پورا پروچن سن نہیں لیتی ہوں میں بند نہیں کرتی ہوں۔ میری طرف سے بھی انہیں آداب کہئے گا اور اگر موقع ملے تو مراری باپو کو سلام کرنے کے لئے ایک سیکنڈ اپنا ٹیلیفون دے دیجے گا تا کہ ان سے بات کرنے کا سوبھاگیہ ہمیں حاصل ہو جائے۔

(۷) تو میرے دوستو! سچی بات یہ ہے۔ میں اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ میں بے ادبی سمجھتا ہوں کہ آپ انہیں سننے آئے ہیں۔ میں تو صرف اپنی بھاوناؤں کو آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں کہ انسانیت، آدمیت، یہ اس ملک کی کلپنا ہے، یہ اس ملک کی پہچان ہے سارے جہان میں۔ میں نے آپ کی دعا سے تقریباً بیالیس ملکوں کا دورہ کیا ہے۔ مگر میں ہندوستان جیسی وہ سبھیتا نہیں دیکھی جو دنیا کے کسی بھی ملک میں تمنا کر کے میں چلا تھا۔ میں آپ کو

بتاؤں کہ کسی بھی ملک میں اگر ہے تو ایک مذہب ہے، ایک کلچر ہے، ایک موسم ہے مگر یہ ہندوستان مہمانوں کی عزت کرنے والا ایسا میزبان ملک ہے کہ ساری دنیا کا مذہب آپ کو چاہئے تو ہندوستان آیئے۔ساری دنیا کا کلچر اگر آپ کو چاہئے تو ہندوستان آیئے۔ساری دنیا کی سنسکرتی اگر آپ کو چاہئے تو ہندوستان آیئے۔ساری دنیا کی محبت اگر آپ کو چاہئے تو ہندوستان آیئے۔سارے جہان کا موسم اگر آپ کو چاہئے تو ہندوستان آیئے۔اسی لئے میں اقبال کے اس شعر کو پڑھ کر آپ کی دعاؤں کے ساتھ آپ سے رخصت ہوتا ہوں کہ:

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا☆ ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا

محبت بانٹئے ،نفرت ختم کیجئے۔رام کتھا کا یہی پیغام ہے۔

خدا حافظ۔آداب۔سلام۔

متنازع خطاب کا پس منظر

مولانا عبید اللہ خان اعظمی

میری یہ تقریر گجرات کے ایک شہر میں ہوئی ہے۔ جب گجرات کے فساد میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا تھا اور ان کی عزت واملاک کی بے پناہ بربادی ہوئی تھی مگر مراری باپو نے اپنے ''رن کچھا'' علاقے میں بھرپور ورک کر کے امن وامان قائم رکھا، اس دیار میں مسلمانوں کی آبادی بہت ہے مگر قتل وغارت گری تو کیا کسی نکسیر بھی نہ ٹوٹی۔ انھوں نے ''گاندھی دھام'' گجرات میں رام کتھا کی ایک محفل رکھی جس میں سبھی لوگوں کو مدعو کیا اور اپنے اپنے نقطۂ نظر کے لحاظ سے اظہار خیال کی دعوت دی۔ ان دنوں گیارہویں یا بارہویں شریف کے سلسلے میں میرے تقریرے پروگرام اسی دیار میں ہو رہے تھے۔ لوگوں نے مجھے بھی دعوت دی اور وہاں کے سنی مسلمانوں نے زور دیا کہ آپ کو اس پروگرام میں شرکت کر لینا چاہئے۔ مراری باپو نے یہاں باہمی امن وامان اور رواداری کی بڑی اچھی فضا قائم کی ہے، آپ کی شرکت سے اس میں اور پختگی آئے گی اور مسلمانوں کا بھلا ہوگا۔

ان حضرات کی تحریک پر اس علاقے اور اس ماحول کی نزاکت کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے اس پروگرام میں شرکت کی۔ چوں کہ یہ پروگرام ''رام'' کے نام سے منسوب تھا، اس لئے رام کی امن پسندی، صفائی وپاکیزگی وغیرہ سے متعلق ہندوؤں کے جو خیالات ہیں

انہی کو ان کے درمیان رکھتے ہوئے میں نے ان پر حجت قائم کی اور کشت وخون سے ہٹ کر امن وآشتی کے سائے میں زندگی گزارنے کی ہدایت کی۔

مسلم دشمن اور فرقہ پرست عناصر جہاد کو آتنک واد کی صورت میں دکھا کر مسلمانوں کی شبیہ بگاڑنے میں لگے ہوئے ہیں، اس لئے میں نے جہاد کے اصل معنی بتاتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کیا اور یہ واضح کیا کہ خود رام کو ماننے والے، رام کے راستے سے ہٹ چکے ہیں۔

پہلا استفتا

۷۸۶/۹۲-کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس سلسلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی تقریر میں کہا:

”رام کو کس طرح لوگوں نے سمجھا، پرکھا میں نے بحیثیت ASA (ایزے) مسلمان رام کو کس طرح دیکھا، شری رام کا وجود ایسا پاک اور پوتر وجود ہے، ان کا کیریکٹر اتنا نرالا، پیارا اور بے مثال ہے جو Intellectual انٹیلیکچول (دانشور) کلاس ہے، جو چیزوں کے وجود کو ان کی گہرائی میں اتر کران کی حقیقتوں کو جاننے کی معرفت حاصل کرتا ہے۔ وہ شری رام کو امام ہند مانتا ہے، رام نام ہے سچائی کا جو جھوٹ کو پراجت کرتا ہے۔ رام نام ہے مظلوم اور دکھی لوگوں کی حمایت کا جو ظلم کی گردن پکڑتا ہے۔ رام نام ہے سورج کی اس روشنی کا جس کے ذریعے اندھیرے دور ہوتے ہیں۔ رام نام ہے چاندکی اس چاندنی کا جس کے ذریعہ لوگوں کو سکون ملتا ہے۔ رام نام ہے اس ٹھنڈی ہوا کا جو جھلسائی ہوئی دھوپ میں انسان کے لئے چھتر چھایا بن جاتی ہے۔ میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے نفرت کا سندیش انسانیت کو نہیں دیا۔ نفرت کے مقابلے میں محبت کے بادل برسائے۔“

ایسے شخص کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے۔ اسے کسی دینی پروگرام میں بلانا یا اس کی تقریر سننا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

سائل: عبداللہ (ممبئی)

دائرۂ اسلام سے باہر

مفتی: علامہ مجہول

۷۸۶/۹۲

الجواب۔ کفار کے دیوی دیوتاؤں کی تعریف کرنا کھلا کفر ہے۔ فتاویٰ رضویہ مترجم میں ہے۔: کفار کے دیوتاؤں کی تعریف کرنا کفر صریح ہے۔ ج ۱۴/ص ۶۲۵ لہٰذا ایسا شخص دائرۂ اسلام سے باہر ہے۔ اس پر توبہ، تجدید ایمان اور اگر بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح فرض ہے۔ اس کو پروگراموں میں بلانا اس کی تقریر سننا ناجائز و گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

دوسرا استفتا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ

فیس بک وغیرہ کے ذریعے معلوم ہوا ہے کہ کچھ علمانے ایک فتوے کے ذریعے مجھے دائرۂ اسلام سے خارج کر دیا ہے اور دلیل میں میری تقریر کا ایک نامکمل حصہ پیش کیا ہے۔فتوے کی نقل مع استفتا یہ ہے:

''۷۸۶/۹۲-کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس سلسلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی تقریر میں کہا:

''رام کو کس طرح لوگوں نے سمجھا، پرکھا میں نے بحیثیت ASA(ایزے) مسلمان رام کو کس طرح دیکھا، شری رام کا وجود ایسا پاک اور پوتر وجود ہے، ان کا کیریکٹر اتنا نرالا، پیارا اور بے مثال ہے جو Intellectual انٹیلیکچول (دانشور) کلاس ہے، جو چیزوں کے وجود کو ان کی گہرائی میں اتر کر ان کی حقیقتوں کو جاننے کی معرفت حاصل کرتا ہے۔ وہ شری رام کو امام ہند مانتا ہے، رام نام ہے سچائی کا جو جھوٹ کو پراجت کرتا ہے۔ رام نام ہے مظلوم اور دکھی لوگوں کی حمایت کا جو ظلم کی گردن پکڑتا ہے۔ رام نام ہے سورج کی اس روشنی کا جس کے ذریعے اندھیرے دور ہوتے ہیں۔ رام نام ہے چاند کی اس چاندنی کا جس کے ذریعہ لوگوں کو سکون ملتا ہے۔ رام نام ہے اس ٹھنڈی ہوا کا جو جھلسائی ہوئی دھوپ میں انسان کے لئے

چھتر چھایا بن جاتی ہے۔ میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے نفرت کا سندیش انسانیت کونہیں دیا۔نفرت کے مقابلے میں محبت کے بادل برسائے۔“

ایسے شخص کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے۔اسے کسی دینی پروگرام میں بلانا یا اس کی تقریر سننا کیسا ہے؟بینوا توجروا

سائل :عبداللہ(ممبئی)

۹۲/۸۶؁ھ

الجواب۔کفار کے دیوی دیوتاؤں کی تعریف کرنا کھلا کفر ہے۔فتاویٰ رضویہ مترجم میں ہے۔: کفار کے دیوتاؤں کی تعریف کرنا کفر صریح ہے۔ ج ۱۴ ص ۶۲۵ لہٰذا ایسا شخص دائرۂ اسلام سے باہر ہے۔اس پر توبہ،تجدید ایمان اور اگر بیوی رکھتا ہوتو تجدید نکاح فرض ہے۔ اس کو پروگراموں میں بلانا اس کی تقریر سننا ناجائز وگناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

اس استفتا کا مستفتی کوئی بندۂ خدا ہے جس کا پورا پتا درج نہیں اور مفتی کا تو سرے سے کوئی فرضی نام بھی نہیں۔تصدیقی دستخط کرنے والوں کی ایک لمبی فہرست ہے، نہ معلوم ان میں مفتی کون ہے؟

میری تقریر کا ٹھوڑا سا حصہ سوال میں نقل کر کے حکم کفر جاری کر دیا گیا ہے اور باقی ضروری حصے کو چھوڑ دیا گیا ہے، جیسے کوئی ”لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ“ (نماز کے قریب نہ جاؤ) سے استدلال کرے اور ”وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ“ (جب کہ تم نشے میں ہو) چھوڑ دے۔

پہلے تو یہ جاننا چاہئے کہ میں نے یہ تقریر کس مقام پر، کس دور میں اور کس بنیاد پر کی۔ میری یہ تقریر گجرات کے ایک شہر میں ہوئی ہے۔جب گجرات کے فساد میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا تھا اور ان کی عزت واملاک کی بے پناہ بربادی ہوئی تھی مگر مراری باپو نے اپنے ”رن کچھا“ علاقے میں بھرپور ورک کر کے امن وامان قائم رکھا،اس دیار میں مسلمانوں کی آبادی بہت ہے مگر قتل وغارت گری تو کیا کسی نکسیر بھی نہ ٹوٹی۔انھوں نے ”گاندھی دھام“

گجرات میں رام کتھا کی ایک محفل رکھی جس میں سبھی لوگوں کو مدعو کیا اور اپنے اپنے نقطۂ نظر کے لحاظ سے اظہار خیال کی دعوت دی۔ ان دنوں گیارہویں یا بارہویں شریف کے سلسلے میں میرے تقریری پروگرام اسی دیار میں ہو رہے تھے۔ لوگوں نے مجھے بھی دعوت دی اور وہاں کے سنی مسلمانوں نے زور دیا کہ آپ کو اس پروگرام میں شرکت کر لینا چاہئے۔ مراری باپو نے یہاں باہمی امن و مان اور رواداری کی بڑی اچھی فضا قائم کی ہے، آپ کی شرکت سے اس میں اور پختگی آئے گی اور مسلمانوں کا بھلا ہوگا۔

ان حضرات کی تحریک پر اس علاقے اور اس ماحول کی نزاکت کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے اس پروگرام میں شرکت کی۔ چوں کہ یہ پروگرام ''رام'' کے نام سے منسوب تھا، اس لئے رام کی امن پسندی، صفائی و پاکیزگی وغیرہ سے متعلق ہندؤں کے جو خیالات ہیں انہی کو ان کے درمیان رکھتے ہوئے میں نے ان پر حجت قائم کی اور کشت و خون سے ہٹ کر امن وآشتی کے سائے میں زندگی گزارنے کی ہدایت کی۔

مسلم دشمن اور فرقہ پرست عناصر جہاد کو آتنک واد کی صورت میں دکھا کر مسلمانوں کی شبیہ بگاڑنے میں لگے ہوئے ہیں، اس لئے میں نے جہاد کے اصل معنی بتاتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کیا۔ اور یہ واضح کیا کہ خود رام کو ماننے والے، رام کے راستے سے ہٹ چکے ہیں۔

میں اپنی تقریر کا وہ ضروری حصہ یہاں نقل کرتا ہوں تا کہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے:

''میں نے ایزاے مسلمان رام کو کس طرح دیکھا، میری تاریخ ادب اردو نے شری رام کی حیثیت کو کس طرح جانوایا، پہچانوایا، میں ڈاکٹر سر محمد اقبال کی اس نظم کا حوالہ دوں گا جس نظم کا عنوان ہی ہے ''رام''۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال لکھتے ہیں:

ہے رام کے وجود پہ ہندوستاں کو ناز
اہل نظر سمجھتے ہیں اس کو امام ہند

شری رام کا وجود ایسا پاک اور پوتر وجود ہے، ان کا کیرکٹر اتنا نرالا، پیارا اور بے

مثال ہے کہ جو انٹیلکچول کلاس ہے، جو چیزوں کی گہرائی میں اتر کران کی حقیقتوں کی معرفت حاصل کرتا ہے وہ شری رام کو امام ہند مانتا ہے۔ رام نام ہے سچائی کا جو جھوٹ کو پراچت کرتا ہے۔ رام نام ہے مظلوم اور دکھی لوگوں کی حمایت کا جو ظلم کی گردن پکڑتا ہے، رام نام ہے سورج کی اس روشنی کا جس کے ذریعے اندھیرے دور ہوتے ہیں۔ رام نام ہے چاند کی اس چاندنی کا جس کے ذریعہ لوگوں کو سکون ملتا ہے۔ رام نام ہے اس ٹھنڈی ہوا کا جو جھلسائی ہوئی دھوپ میں انسان کے لئے چھتر چھایا بن جاتی ہے۔ میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا۔ نفرت کے مقابلے میں محبت کے اس نے بادل برسائے، انسان کی کھوئی ہوئی عظمت کو اس نے واپس کروایا، سیتا جی کے ساتھ ایک آتنک وادی نے جو آتنک کرنے کی گھٹنا کی تھی ہم اسے راون کے نام سے جانتے ہیں، اس آتنک واد کے خلاف شری رام نے جہاد چھیڑا تھا۔

ایک چیز ہے آتنک واد جس سے ہمارا پورا ملک پیڑت ہے۔ ہمارا ہی ملک نہیں پورا سنسار پیڑت ہے۔ کسی کو آتنکت کرنا یہی تو ہے آتنک واد۔ اور جو ایسا کرتب کرتا ہے وہی ہے آتنک وادی۔ ایسے آتنک واد کا توڑ اور ایسے آتنک واد کے خلاف لڑنے کا نام عربی زبان میں جہاد ہے۔

اس لفظ جہاد کو اتنا اپوتر کر کے رکھا ناپاک لوگوں نے کہ جو لڑائی آتنک کے خلاف لڑنے کا ہتھیار تھا اسی ہتھیار کو آج آتنک کا نام دے دیا گیا۔

جہاد نام ہے جدو جہد کا۔ پریشرم کا۔ پازیٹو وے میں پریشرم کا نام جہاد ہے، اور نیگیٹو وے میں پریشرم کا نام آتنک واد ہے۔ اسی نیگیٹو وے میں جب پریشرم کیا تھا راون نے تو شری رام نے اس کے خلاف جدو جہد کیا تھا مانوتا کی عزت بچانے کے لئے۔ صرف سیتا جی کی عزت کا سوال نہیں تھا، قیامت کی صبح تک پیدا ہونے والی ان ساری سیتاؤں کی عزت کا سوال تھا، جن کی عزت کے لئے رام نے اپنے

جہاد کا قدم اٹھایا تھا۔اس عظیم نام کو لیتے ہی نفرت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ جہاں وہ نام لیا جائے اور وہاں بھی سماج میں نفرت موجود ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم شری رام کا نام زبان سے تو لیتے ہیں، اپنے عمل میں، اپنے کرتب میں، اپنے سنسکار میں شری رام کو داخل نہیں کرتے۔تو آج کی اس محفل میں میں بہت زیادہ کچھ نہیں کہوں گا۔ میں صرف اتنا ہی کہوں گا۔''

یہ ہے صحیح اور سچی بات، جسے توڑ مروڑ کر کفر تک پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے اب ان حقائق کے پیش نظر چند باتیں جاننا چاہتا ہوں:

۱-ایک مسلمان کے لئے ایمان سے بڑی کوئی چیز نہیں، کفر ثابت ہو تو تجدید ایمان فرض جانتا ہوں، لیکن کیا میری اس تقریر پر کفر کا حکم عائد ہوتا ہے جب کہ وہ تقریر غیروں پر حجت قائم کرنے کے لئے ان کے خیالات کو بتاتے، دکھاتے ہوئے کی گئی ہے؟

۲-مذہب اہل سنت تو یہ ہے کہ کسی مسلمان کی بات میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور صرف ایک احتمال اسلام کا ہو، تب بھی اس کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے اسے مسلمان ہی مانا جائے گا۔تو عرض ہے کہ میری تقریر اسلام اور مسلمانوں کی طرف جاتی ہے یا بہ ہر پہلو کفر وشرک کا ارتکاب کرتے نظر آتی ہے؟

۳-مجھے انٹرنیٹ کے ذریعے یہ معلوم ہوا کہ فتویٰ میں فتاویٰ رضویہ کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ غلط ہے۔تو کیا واقعی ہمارے ان صغیر و کبیر علما نے فتاویٰ رضویہ کے ساتھ اس طرح کی ''دیانت'' کا ثبوت دیا ہے؟

۴-میری تقریر کفر وشرک سے خالی ہونے کی صورت میں اسے کفر پر مشتمل ٹھہرانے بلکہ قائل کو بھی دائرۂ اسلام سے خارج ٹھہرانے والوں کا کیا حکم ہے؟

مجھے امید ہے کہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب باصواب سے نوازیں گے۔ بینوا توجروا

مستفتی: (عبید اللہ خاں اعظمی)

۱۵ مارچ ۲۰۱۵ھ، خالص پور، اعظم گڑھ یوپی

خطیب الہند دائرۂ اسلام سے ہرگز خارج نہیں!

مفتی محمد نظام الدین رضوی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الجواب

(۱) اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت قدس سرہ فرماتے ہیں:

ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل لاالٰہ الااللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے، جب تک وجہِ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لئے اصلا کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے۔ فإنّ الإسلامَ یَعلُو و لا یُعلٰی۔ (تمہید ایمان، ص: ۴۳، وسبحان السبوح، ص: ۸۰)

تقریر کے اقتباسات سے ظاہر ہے کہ غیر مسلوں کے خیالات کو بتاتے ہوئے انہیں سے ان پر حجت قائم کی گئی ہے جو خطیب کے زور بیان کی واضح دلیل ہے۔ اس لئے اس تقریر سے خطیب کے ایمان پر کوئی آنچ نہیں آتی، بلکہ یہ تو اس کے ایمان کی نشانی ہے کہ مجمع غیر میں جا کر انہی کی باتوں سے ان پر حجت قائم کر دی۔

مخالف پر حجت اور الزام قائم کرنے کے لئے کوئی خلاف واقع بات بھی کہنے کی اجازت ہے۔ مفسرین نے خود قرآن حکیم سے اس کا استخراج کیا ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے

ہیں: **ويجوز عند الأمة فرض الباطل مع الخصم حتى يرجع الى الحق من ذات نفسه، فانها اقرب فى الحجة، واقطع للشبهة۔ (الجامع لاحكام القرآن لأبى عبد الله محمد بن احمد الأنصارى الخزرجى شمس الدين القطبى [المتوفى: ۶۷۱ھ] ج: ۱۱، ص: ۳۰۰، دار الكتب المصرية-القاهرة، الطبعة الثانية۔ ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴م)**

اس تفصیل کے پیش نظر سوال میں تقریر کا جو اقتباس خود قائل نے نقل کیا ہے وہ کفر یا حرام نہیں بلکہ اپنے مذہب کا دفاع ہے اور غیروں پر اقامت حجت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جیسا کہ سطور بالا سے عیاں ہے، تقریر کا یہ حصہ غیروں پر حجت کے لئے ہے، اس لئے اس میں ایک احتمال بھی کفر کا نہیں۔ لہٰذا خطیب ہرگز ہرگز دائرۂ اسلام سے خارج نہیں، وہ مسلمان ہے اور اس کی تقریر سننا جائز ہے۔

بلاشبہہ مذہب اہل سنت یہ ہے کہ کسی مسلمان کے کلام میں سو پہلو ہوں، جن میں ننانوے پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف، تو جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے کوئی کفری پہلو مراد لیا ہے اسے مسلمان ہی مانا جائے گا اور مفتی پر واجب ہے کہ مسلمان کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے اس کے کلام کو اسلامی پہلو ہی پر محمول کرے۔ یعنی مفتی پر لازم ہے کہ پہلے یہ دیکھے کہ ایک مسلمان کے کلام میں اگر کوئی پہلو کفر کا نکلتا ہے تو کوئی پہلو اسلام کا بھی نکلتا ہے یا نہیں؟ تاکہ ایسا نہ ہو کہ کسی مسلم کے کلام میں ننانوے پہلو اسلام کے ہوں اور ایک احتمال کفر کا ہو، اسی کفری احتمال کو لے کر مفتی اچھے خاصے مسلمان پر کفری حکم چسپاں کر دے اور ظلم صریح کا مرتکب ہو بلکہ تکفیر مسلم کی بلا میں گرفتار ہو کر خود اپنے اوپر حکم کفر لوٹا لے۔ یہ مضمون تمہید ایمان، شرح فقہ اکبر اور فتاویٰ عالمگیری وغیرہ سے ماخوذ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) ہاں میں نے فتاویٰ رضویہ مترجم وغیر مترجم دونوں میں اس مقام پر وہ عبارت تلاش کرنے کی کوشش کی مگر نہ ملی، یہاں فتاوی رضویہ کا حوالہ غلط دیا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) تکفیر مسلم بڑا دشوار اور خطرناک معاملہ ہے۔ اس کے لئے مفتی پر لازم ہے کہ ذاتی رنجش اور بغض وعداوت، اسی طرح کسی کی بے جا حمایت وعصبیت سے بالاتر ہوکر بڑی دیانت وامانت اور دقت نظر سے غور کرے کہ کلامِ قائل کا ظاہر اسلام کی طرف جاتا ہے یا کفر کی طرف؟ بر تقدیر ثانی اس میں کوئی تاویل اور اسلامی پہلو کی گنجائش ہے یا نہیں؟ اگر مفتی پر یہ امر واضح نہ ہوتو دوسرے دقیق النظر اور وسیع العلم حضرات سے دریافت کرے اور قائل اگر زندہ ہے تو اس سے بھی پوچھے تا کہ وہ خود اپنی مراد یا اپنے کلام کی معقول توجیہ (اگر ہوتو) پیش کر سکے۔

اسی طرح فتواے کفر کے لئے قلم اٹھانے والے کو درج ذیل امور کا علم ہونا بھی ضروری ہے:

(ا) اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ فرماتے ہیں: ''اقوال کا کلمۂ کفر ہونا اور بات ہے۔ اور قائل کو کافر مان لینا اور بات۔'' دونوں میں کیا فرق ہے؟ اس سے مفتی کو باخبر ہونا چاہئے۔

(ب) لزوم کفر اور التزام کفر کے مواقع اور دونوں میں فرق، کفر فقہی اور کفر کلامی کا فرق

(ج) تاویل قریب، تاویل بعید، تاویل متعذر کی معرفت اور فقہا ومتکلمین کے نزدیک ان کے مراتبِ اعتبار وعدمِ اعتبار

(د) شبہہ فی الکلام، شبہہ فی التکلم،، شبہہ فی المتکلم سے آگاہی

(ہ) صریح وکنایہ، پھر صریح متعین وصریح متبین سے واقفیت اور فقہا ومتکلمین کے نزدیک ان کے احکام

(و) کافر کی تعظیم وتعریف اور اس طرح کے دیگر امور کس صورت میں کفر ہیں، کس صورت میں حرام وناجائز ہیں، کس صورت میں حرام وناجائز بھی نہیں، ان سب کو جاننا ضروری ہے۔

بطور مثال یہ چند باتیں ذکر کی گئی ہیں مختصر یہ کہ جو اصول افتا اور اصول تکفیر سے پوری طرح آشنا اور ان پر اچھی طرح کاربند ہو، اسی کو تکفیر جیسے اہم امر میں حکم دینے کا حق ہے،

ورنہ آدمی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے درج ذیل ارشاد کا مصداق ہے:

اجرؤکم علی الفتیا اجرؤکم علی النار - تم میں جو فتوی دینے پر زیادہ جری ہے وہ آتش دوزخ پر زیادہ جرأت رکھتا ہے۔ **رواہ الدارمی**

اور جو شخص بے وجہِ روشن کسی مسلمان کی تکفیر پر جسارت کرتا ہے اس کی تنبیہ کے لئے درج ذیل احادیث کافی ہیں:

۱۔ **أیما امرئ قال لاخیہ کافر فقد باء بہا احدھما، ان کان کما قال وإلا رجعت علیہ۔**

یعنی جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے تو ان دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی، اگر جسے کہا وہ حقیقۃً کافر تھا جب تو خیر، ورنہ یہ کلمہ اسی کہنے والے پر پلٹے گا- **رواہ الائمۃ مالک وأحمد والبخاری و مسلم وأبوداؤد والترمذی عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما- واللفظ لمسلم۔**

۲۔ **إذا قال الرجل لأخیہ یا کافر فقد باء بہ أحدھما** - جب کوئی شخص اپنے بھائی مسلمان کو "یا کافر" کہے، ان دونوں میں ایک کا رجوع اس طرف بے شک ہوگا- **رواہ الامام البخاری فی صحیحہ عن أبی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ۔**

۳۔ **لیس من دعا رجلا بالکفر أو قال عدو اللہ، ولیس کذٰلک الا حار علیہ- ولا یرمی رجل رجلا بالفسق ولا یرمیہ بالکفر إلا ارتدت علیہ إن لم یکن صاحبہ کذٰلک** - جو شخص کسی کو کافر یا دشمن خدا کہے اور وہ ایسا نہ ہو، یہ کہنا اسی پر پلٹ آئے۔ اور کوئی شخص کسی کو فسق یا کفر کا طعن نہ کرے گا مگر یہ کہ وہ الٹا اسی پر پھرے گا اگر جس پر طعن کیا تھا ایسا نہ ہے۔ **رواہ الإمام احمد والبخاری ومسلم عن أبی ذر رضی اللہ تعالی عنہ- وما نقلتُ مختصر-**

۴۔ **ما أکفر رجل رجلا قط إلا باء بہا أحدھما، ان کان کافرًا، وإلّا کفر بتکفیرہ** - یعنی کبھی ایسا نہ ہوا کہ ایک شخص دوسرے کی تکفیر کرے اور وہ دونوں اس سے

نجات پا جائیں بلکہ یہ ان میں ایک پر ضرور گرے گی، اگر وہ کافر تھا تو یہ بچ گیا، ورنہ اسے کافر کہنے سے یہ خود کافر ہوا۔ **رواہ الإمام ابن حبّان فی صحیحہ المسمی بالتقاسیم والأنواع بسند صحیح عن أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالی عنہ۔**

امام احمد رضا قدس سرہ نے یہ احادیث مع دیگر تفصیلات اپنے رسالہ "**النھی الأکید**" میں ذکر فرمائی ہیں۔ واللہ تعالی اعلم

محمد نظام الدین رضوی

رئیس قسم الإفتاء بالجامعۃ الأشرفیۃ، مبارک فور

۲۹/جمادی الاولی ۱۴۳۶ھ ۲۱/۳/۲۰۱۵م

تیسرا استفتا

۹۲/۸۶ء

مناظر اہل سنت حضرت مفتی مطیع الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آج کل سنی علمائے کرام نے بدمذہبوں کو چھوڑ کر آپس میں ہی ایک دوسرے کو گمراہ ، بدمذہب اور کافر ومرتد کہنا شروع کر دیا ہے۔ ابھی دعوت اسلامی کے مولانا الیاس قادری، سنی دعوت اسلامی کے مولانا شاکر رضوی کے معاملے تھے ہی کہ حضرت مولانا یٰسں اختر مصباحی صاحب کا مسئلہ پیدا ہوگیا۔ ابھی وہ ختم بھی نہیں ہو پایا تھا کہ مولانا عبید اللہ صاحب اعظمی پر کفر کا فتویٰ آ گیا۔ اور اب سنا جا رہا ہے کہ محدث کبیر مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب پر بھی منظر اسلام سے فتویٰ لگ گیا ہے۔ کسی بھی نام سے کوئی بھی جلسہ ہو، ہمارے مقررین سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ان ہی اختلافات پر زور بیان صرف کرتے اور ایک دوسرے کو مقابلہ کی دعوت دیتے ہیں۔

مولانا عبید اللہ صاحب کا معاملہ یہ ہے کہ دس بارہ سال پہلے انہوں نے ''رن کچھ' کے اندر 'رام کتھا' کے عنوان سے منعقد ایک اجلاس میں تقریر کی تھی۔ مگر اس وقت کچھ نہیں ہوا۔ اب کچھ دنوں کے بعد یہاں مقرر کا نام ظاہر کئے بغیر آڈیو کیسٹ سے تقریر کا ایک حصہ نقل کرا کے علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحبنے فتاوی رضویہ کے حوالہ سے اس تقریر کو کفر اور تقریر کرنے والے کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا اور ان سے تقریر کرانا، ان کی تقریر سننا ناجائز وگناہ

بتایا۔(۱) پھر مقرر کا مصداق مولانا عبید اللہ اعظمی کو قرار دے کر تقریروں میں ان کے کفرو ارتداد کی تشہیر کی جانے لگی۔ وہ استفتا اور فتویٰ یہ ہے:

''کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس سلسلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی تقریر میں کہا:

''رام کو کس طرح لوگوں نے سمجھا، پرکھا میں نے بحیثیت As a (ایزے) مسلمان رام کو کس طرح دیکھا، شری رام کا وجود ایسا پاک اور پوتر وجود ہے، ان کا کیریکٹر اتنا نرالا، پیارا اور بے مثال ہے جو Intellectual انٹلیکچول (دانشور) کلاس ہے، جو چیزوں کے وجود کو ان کی گہرائی میں اتر کر ان کی حقیقتوں کو جاننے کی معرفت حاصل کرتا ہے۔ وہ شری رام کو امام ہند مانتا ہے، رام نام ہے سچائی کا جو جھوٹ کو پراچت کرتا ہے۔ رام نام ہے مظلوم اور دکھی لوگوں کی حمایت کا جو ظلم کی گردن پکڑتا ہے۔ رام نام ہے سورج کی اس روشنی کا جس کے ذریعے اندھیرے دور ہوتے ہیں۔ رام نام ہے چاندکی اس چاندنی کا جس کے ذریعہ لوگوں کو سکون ملتا ہے۔ رام نام ہے اس ٹھنڈی ہوا کا جو جھلسائی ہوئی دھوپ میں انسان کے لئے چھتر چھایا بن جاتی ہے۔ میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے نفرت کا سندیش انسانیت کو نہیں دیا۔ نفرت کے مقابلے میں محبت کے بادل برسائے۔''

ایسے شخص کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے۔ اسے کسی دینی پروگرام میں بلانا یا اس کی تقریر سننا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

سائل

عبد اللہ (ممبئی)

---

(۱) شعیب العلیم بقائی صاحب نے اپنے استفتا میں علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب کا نام پہلے فتوے کے مفتی کے طور پر ذکر کیا ہے، جب کہ پہلے فتوے میں مفتی کا نام سرے سے ہے ہی نہیں۔ البتہ مصدقین کی فہرست میں نمایاں نام علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب کا ہے، اس لیے بڑے ہونے کے ناطے ذمہ داری بھی انھیں کے سر جاتی ہے۔ غالباً اسی وجہ سے بقائی صاحب نے علامہ کا نام بطور مفتی ذکر کر دیا ہے۔ مرتب

۹۲/۸۶ء

الجواب۔ کفار کے دیوی دیوتاؤں کی تعریف کرنا کھلا کفر ہے۔ فتاویٰ رضویہ مترجم میں ہے۔: کفار کے دیوتاؤں کی تعریف کرنا کفر صریح ہے۔ ج ۱۴/ص ۶۲۵ لہٰذا ایسا شخص دائرۂ اسلام سے باہر ہے۔ اس پر توبہ، تجدید ایمان اور اگر بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح فرض ہے۔ اس کو پروگراموں میں بلانا اس کی تقریر سننا ناجائز وگناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔''

اس کی خبر مولانا عبیداللہ صاحب کو ہوئی تو انہوں نے یہ تقریر کب، کہاں اور کن حالات میں کی تھی؟ وضاحت کرکے ''الجامعۃ الاشرفیہ'' مبارک پور سے استفتا کیا۔ ان کی وضاحت یہ ہے:

''میری یہ تقریر گجرات کے ایک شہر میں ہوئی ہے۔ جب گجرات کے فساد میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا تھا اور ان کی عزت واملاک کی بے پناہ بربادی ہوئی تھی مگر مراری باپو نے اپنے ''رن کچھا'' علاقے میں بھرپور ورک کرکے امن وامان قائم رکھا، اس دیار میں مسلمانوں کی آبادی بہت ہے مگر قتل وغارت گری تو کیا کسی نکسیر بھی نہ ٹوٹی۔ انھوں نے ''گاندھی دھام'' گجرات میں رام کتھا کی ایک محفل رکھی جس میں سبھی لوگوں کو مدعو کیا اور اپنے اپنے نقطۂ نظر کے لحاظ سے اظہار خیال کی دعوت دی۔ ان دنوں گیارہویں یا بارہویں شریف کے سلسلے میں میرے تقریری پروگرام اسی دیار میں ہو رہے تھے۔ لوگوں نے مجھے بھی دعوت دی اور وہاں کے سنی مسلمانوں نے زور دیا کہ آپ کو اس پروگرام میں شرکت کر لینا چاہئے۔ مراری باپو نے یہاں باہمی امن وامان اور رواداری کی بڑی اچھی فضا قائم کی ہے، آپ کی شرکت سے اس میں اور پختگی آئے گی اور مسلمانوں کا بھلا ہوگا۔

ان حضرات کی تحریک پر اس علاقے اور اس ماحول کی نزاکت کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے اس پروگرام میں شرکت کی۔ چوں کہ یہ پروگرام ''رام'' کے نام سے منسوب

تھا، اس لئے رام کی امن پسندی، صفائی و پاکیزگی وغیرہ سے متعلق ہندوؤں کے جو خیالات ہیں انہی کو ان کے درمیان رکھتے ہوئے میں نے ان پر حجت قائم کی اور کشت وخون سے ہٹ کر امن وآشتی کے سائے میں زندگی گزارنے کی ہدایت کی۔

مسلم دشمن اور فرقہ پرست عناصر جہاد کو آتنک واد کی صورت میں دکھا کر مسلمانوں کی شبیہ بگاڑنے میں لگے ہوئے ہی، اس لئے میں نے جہاد کے اصل معنی بتاتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کیا اور یہ واضح کیا کہ خود رام کو ماننے والے، رام کے راستے سے ہٹ چکے ہیں۔''

اس پر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب کے فتویٰ کے برخلاف ''الجامعۃ الاشرفیہ'' سے مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب نے فتویٰ دیا اور بتایا کہ اس تقریر میں کفر کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم کو جو مولانا عبیداللہ صاحب کی تقریر کی کیسٹ ملی ہے، اس میں ان کی پوری تقریر یہ ہے:

''(۱) ایک کو ہم ہندو کے نام سے جانتے ہیں، دوسرے کو مسلمان کے نام سے۔ باپو نے ہمیں یہ مزاج دیا ہے کہ 'ہندو' شروع ہوتا ہے 'ہا' سے 'مسلم' شروع ہوتا ہے 'ما' سے۔ 'ہا' کو وہاں سے نکالو! 'ما' کو یہاں سے نکالو!! جوائنٹ کر دو تو یہ 'ہم' بنتا ہے 'ہم' بن کر رہو، تا کہ مضبوط ہندوستان بنا رہے۔

(۲) میرے بزرگو، میرے ساتھیو، میری بہنو، ماتاؤ! مجھے اچھی طرح یاد ہے، جب اس ملک کے Ex Prime Minister of India وشوناتھ پرتاپ سنگھ کے ساتھ میں آل انڈیا جنرل سکریٹری جنتا دل کی حیثیت سے As a member of parliament کام کر رہا تھا، اس وقت انسانیت کی بات چلی، آدمیت کی بات چلی، مانوتا کے اُپاتھان کی بات چلی، تو وی، پی، سنگھ صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ عبیداللہ بھائی! کبھی موقع ملے تو مراری باپو کا درشن ضرور کر لیجئے!

(۳) آج ہم اس ''رام کتھا'' میں ہیں، اور مراری باپو ہی کو حق پہونچتا ہے رام کتھا کی کتھا بیان کرنے کا، رام کو کس طرح سے لوگوں نے دیکھا، سمجھا، پرکھا؟ میں نے

As a مسلمان کس طرح دیکھا، میری تاریخ ادب اردو نے رام کی حیثیت کو کس طرح جانوایا اور پہچانوایا؟ میں ڈاکٹر سر محمد اقبال کی اس نظم کا حوالہ دوں گا جس نظم کا عنوان ہی ہے 'رام'۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال لکھتے ہیں:

ہے رام کے وجود پہ ہندوستاں کو ناز
اہل نظر سمجھتے ہیں اس کو امام ہند

شری رام کا وجود ایسا پاک اور پوتر وجود ہے، ان کا کیرکٹر اتنا نرالا، پیارا اور بے مثال ہے کہ جو Intellectual Class ہے، جو چیزوں کی گہرائی میں اتر کر ان کی حقیقتوں کو جاننے کی معرفت حاصل کرنا چاہتا ہے، وہ شری رام کو امام ہند مانتا ہے۔ امام سے بڑا کسی کا درجہ نہیں ہوتا۔ ہندوستان میں سب سے بڑے، اس انسان کو امام ہند کے نام سے ڈاکٹر سر محمد اقبال نے یاد کیا ہے۔ رام نام ہے سچائی کا جو جھوٹ کو پراجت کرتا ہے۔ رام نام ہے مظلوموں اور دکھی لوگوں کی حمایت کا، جو ظلم کی گردن پکڑتا ہے۔ رام نام ہے اس ٹھنڈی ہوا کا، جو جھلسائی ہوئی دھوپ میں انسان کے لئے چھتر چھایا بن جاتی ہے۔ رام نام ہے سورج کی اس روشنی کا جس کے ذریعہ اندھیرے دور ہوتے ہیں، رام نام ہے چاندکی اس چاندنی کا جس کے ذریعہ لوگوں کو سکون ملتا ہے۔ میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا۔ نفرت کے مقابلے میں محبت کے بادل برسائے۔ انسان کی کھوئی ہوئی عظمت کو واپس کروایا۔ سیتا جی کے ساتھ ایک آتنک وادی نے جو آتنک کرنے کی گھٹنا رچی تھی، ہم اسے 'راون' کے نام سے جانتے ہیں۔ اس آتنک واد کے خلاف شری رام جی نے جہاد چھیڑا تھا۔

(۴) آج لفظ 'جہاد' اور لفظ 'آتنک واد' پر بڑی بحث ملک میں ہو رہی ہے۔ میں باپو کی موجودگی میں اپنا سوبھاگیہ سمجھتا ہوں کہ اپنے وچاروں کو آپ کے سامنے دو چار منٹ کی اگر اجازت ہو تو رکھ دوں۔ ایک چیز ہے آتنک واد جس سے ہمارا پورا ملک

پیڑت ہے، ہمارا ہی ملک نہیں، سارا سنسار پیڑت ہے۔ کسی کو آتنکت کرنا یہی تو ہے آتنک واد۔ اور جو ایسا کرتب کرتا ہے وہی ہے آتنک وادی۔ ایسے آتنک واد کا توڑ اور ایسے آتنک واد کے خلاف لڑائی لڑنے کا نام عربی زبان میں جہاد ہے۔ اس لفظ 'جہاد' کو اتنا اپوتر کر کے رکھا ناپاک لوگوں نے کہ جو لڑائی آتنک کے خلاف لڑنے کا ہتھیار تھا، اسی ہتھیار کو آج آتنک کا نام دے دیا گیا۔ جہاد نام ہے جدو جہد کا۔ پریشرم کا۔ Positive Way میں پریشرم کا نام جہاد ہے اور Negative Way میں پریشرم کا نام آتنک واد ہے۔ اسی Negative Way میں جب پریشرم کیا تھا راون نے، تو شری رام نے اس کے خلاف جدوجہد کیا تھا مانوتا کی عزت بچانے کے لئے۔ صرف سیتا جی کی عزت کا سوال نہیں تھا، قیامت کی صبح تک پیدا ہونے والی ان ساری سیتاؤں کی عزت کا سوال تھا، جن کی عزت کے لئے رام نے اپنے جہاد کا قدم اٹھایا تھا۔

(۵) اس عظیم نام کو لیتے ہی نفرت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ جہاں وہ نام لیا جائے اور وہاں بھی سماج میں نفرت موجود ہو تو اس کا مطلب یہ کہ ہم شری رام کا نام زبان سے تو لیتے ہیں، اپنے عمل میں اپنے کرتب میں اپنے سنسکار میں شری رام کو داخل نہیں کرتے۔

(٦) تو آج کی اس محفل میں، میں بہت زیادہ کچھ نہیں کہوں گا۔ میں صرف اتنا ہی کہوں گا۔ میں جب آیا تو میری بیگم نے بھی مجھ سے کہا کہ میں مراری باپو کو جب بھی ٹی، وی پہ دیکھتی ہوں تو جب تک ان کا پورا پروچن سن نہیں لیتی ہوں میں بند نہیں کرتی ہوں۔ میری طرف سے بھی انہیں آداب کہئے گا اور اگر موقع ملے تو مراری باپو کو سلام کرنے کے لئے ایک سیکنڈ اپنا ٹیلیفون دے دیجے گا تا کہ ان سے بات کرنے کا سو بھاگیہ ہمیں حاصل ہو جائے۔

(۷) تو میرے دوستو! سچی بات یہ ہے۔ میں اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ میں بے ادبی سمجھتا ہوں کہ آپ انہیں سننے آئے ہیں۔ میں تو صرف اپنی بھاوناؤں کو آپ

کے سامنے رکھ رہا ہوں کہ انسانیت، آدمیت، یہ اس ملک کی کلپنا ہے، یہ اس ملک کی پہچان ہے سارے جہان میں۔ میں نے آپ کی دعا سے تقریباً بیالیس ملکوں کا دورہ کیا ہے۔ مگر میں ہندوستان جیسی وہ سبھیتا نہیں دیکھی جو دنیا کے کسی بھی ملک میں تمنا کر کے میں چلا تھا۔ میں آپ کو بتاؤں کہ کسی بھی ملک میں اگر ہے تو ایک مذہب ہے، ایک کلچر ہے، ایک موسم ہے مگر یہ ہندوستان مہمانوں کی عزت کرنے والا ایسا میزبان ملک ہے کہ سارے دنیا کا مذہب آپ کو چاہئے تو ہندوستان آیئے۔ ساری دنیا کا کلچر اگر آپ کو چاہئے تو ہندوستان آیئے۔ ساری دنیا کی سنسکرتی اگر آپ کو چاہئے تو ہندوستان آیئے۔ ساری دنیا کی محبت اگر آپ کو چاہئے تو ہندوستان آیئے۔ سارے جہان کا موسم اگر آپ کو چاہئے تو ہندوستان آیئے۔ اسی لئے میں اقبال کے اس شعر کو پڑھ کر آپ کی دعاؤں کے ساتھ آپ سے رخصت ہوتا ہوں کہ:

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا ☆ ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا

محبت بانٹئے، نفرت ختم کیجئے۔ رام کتھا کا یہی پیغام ہے۔

خدا حافظ۔ آداب۔ سلام۔''

آپ سے گذارش ہے کہ مولانا عبید اللہ اعظمی صاحب ہوں۔ یا۔ علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب۔ یا۔ پھر ''الجامعۃ الاشرفیہ'' کے مفتی نظام الدین صاحب۔ آپ برائے مہربانی کسی کی بھی رورعایت کے بغیر نیوٹرل ہو کر صحیح حکم شرعی سے آگاہ فرمائیں۔ فقط

سید شعیب العلیم بقائی

سربراہ اعلی: مدرسہ صفویہ کرنیل گنج۔ ضلع گونڈہ، یوپی

محاکمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بتوفیق الملک الوھاب وھو الھادی الی الصواب

وعلیکم السلام! ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!!

کیسٹ میں محفوظ تقریر میں، تقریر کے معروف انداز کے مطابق ابتدائی حصہ موجود معلوم نہیں ہوتا۔ بہرکیف! آپ کی نقل کے مطابق اس تقریر میں کل سات پیراگرافس ہیں اور اعظمی صاحب نے:

پیراگراف (۱) کے اندر، ہندوستان میں ہندو مسلمان دونوں قوموں کو مل جل کر امن وآشتی کے ساتھ رہنے کی تلقین کی ہے اور کہا ہے کہ اس سے ملک محفوظ رہے گا۔

پیراگراف (۲) کے اندر، اس زمانے میں انسانیت اور آدمیت کا مظاہرہ کرنے والے مراری باپو سے ملاقات کا ان کو سابق وزیر اعظم وشوناتھ پرتاپ سنگھ کی طرف سے مشورہ دینے کی بات بتائی ہے۔

پیراگراف (۳) میں کہا ہے کہ:

(الف) مراری باپو چوں کہ انسانیت وآدمیت کے قدردان ہیں اس لئے ان ہی کو رام کتھا بیان کرنے کا حق ہے۔ یعنی جو آدمی انسانیت وآدمیت کی قدر نہیں کرتا اسے رام کتھا بیان کرنے کا حق نہیں ہے۔

(ب) 'لوگوں' اور 'میں' کے تقابل سے رام کا نام لیتے ہوئے بھی نفرت کا کاروبار کرنے والوں پر تعریض کرتے ہوئے کہا ہے کہ جو لوگ رام کا نام لیتے ہوئے انسانیت وآدمیت کے خلاف کام کرتے ہیں، وہ گویا اپنے کردار وعمل سے یہ ثابت کررہے ہیں کہ رام بھی ایسا ہی تھا، اس نے یہی درس دیا ہے۔

(ج) میں مسلمان ہوں اور ہندوؤں کا دانشور طبقہ کے تعلق سے رام کے بارے میں ڈاکٹر اقبال کی زبان میں یہ جانتا ہوں کہ سچائی کا علم بردار، جھوٹ کو پراچت کرنے والا، مظلوموں اور دکھی لوگوں کی حمایت کرنے والا، ظلم کی گردن پکڑنے والا تھا ٹھنڈی ہوا تھا، جھلسائی ہوئی دھوپ میں انسان کے لئے چھتر چھایا بن جانے والا تھا، اس نے نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا، بلکہ نفرت کے مقابلے میں محبت کے بادل برسائے، انسان کی کھوئی ہوئی عظمت کو واپس کروایا، آتنک وادی راون نے جو سیتا جی کے ساتھ آتنک کرنے کی گھٹنا کی تھی، رام نے اس آتنک واد کے خلاف جہاد چھیڑا تھا۔

اعظمی صاحب نے چونکہ سیتا کی آبرو بچانے کے لئے راون کے ساتھ رام کی جنگ کو جہاد کہا تھا۔ نیز آج کا فرقہ پرست ہندو جہاد کو آتنک وادیعنی دہشت گردی سے تعبیر کرتا ہے؛ اس لئے پیراگراف (۴) میں جہاد کے معنیٰ کی تشریح کرتے ہوئے بتایا ہے کہ ظلم کے خلاف جدوجہد کرنے کو عربی زبان میں جہاد سے تعبیر کرتے ہیں۔ راون نے جب سیتا پر ظلم ڈھایا تو رام نے اس کے خلاف جدوجہد کرکے اس کی عزت بچائی اور دنیا کو درس دیا کہ ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کرکے ظالم کو ظلم سے باز رکھنے کی جدوجہد کرنا چاہئے۔ مگر افسوس کہ آج کچھ لوگ جہاد کو ظلم اور ظلم کو جہاد کا نام دے کر ظلم پھیلانے میں لگے ہیں۔

پیراگراف (۵) میں تیسرے پیراگراف کی شق (ب) اور شق (ج) کی باتوں کو لفظوں کا قالب بدل کر دہرایا ہے اور کہا ہے کہ جو رام نفرت نہیں، محبت بانٹتا رہا، اس کا نام لینے اور اس کے طریقے پر چلنے کا دعویٰ کرنے والوں میں محبت کی بجائے نفرت پائی جائے، تو کیا یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ وہ رام کا نام زبان سے تو لیتے ہیں، مگر اپنے عمل وکرتب میں اور

سنسکار میں رام کو داخل نہیں کرتے؟

پیراگراف (٦) میں اپنی بیگم کے مراری باپو کی انسانیت دوستی سے متاثر ہونے اور ان سے بات کرنے کی چاہت کو بیان کیا ہے۔

پیراگراف (۷) جو آخری پیراگراف ہے، اس میں اپنے ملک ہندوستان کی بعض خوبیوں کو گنا کر بہت سے ممالک پر اسے فوقیت دی ہے۔

علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب کے فتوے میں بنام استفتا تقریر کے صرف پیرا (۳) کا وہ حصہ نقل کیا گیا ہے، جس میں رام کی تعریف وتوصیف کی گئی ہے، اور ماسبق وما لحق کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ حالاں کہ ماسبق وما لحق سے پتہ چل جاتا ہے کہ کس موقع ومحل پر یہ بات کہی گئی ہے۔ جب کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ موقع ومحل سے معنئ مراد کی تعیین میں مدد ملتی ہے۔

المعتمد المستند ،ص:۱۵۷ مطبوعہ بمبئ میں ہے:

فان القرائن السابقة واللاحقة ربما تعين على المراد۔ یعنی بسا اوقات سابقہ ولاحقہ قرائن معنی مراد کی تعیین میں معین ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ کسی شخص کے یہ کہنے پر کہ: اگر میں جھوٹ بولتا ہوں تو خدا بھی جھوٹ بولتا ہے' امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے اپنے قلمی حاشیہ بر فتاویٰ عالمگیری باب احکام المرتدین میں فرمایا ہے:

اقول لهٰذا الكلام محلان ومحملان: احدهما تبرية النفس عن الكذب ونفيه بتعليقه على امر محال وهو كذب الحق تقدس وتعالىٰ فلا يكون كفرا، ولكن ينبغي الاحتراز عن اهمال اللسان فى امثال هٰذا۔ والاٰخر: الاقرار بالكذب ودفع شناعته بنسبته الى الله تعالىٰ فهٰذا كفر لا شبهة فيه ان شاء الله تعالىٰ۔ والمراد يتعين بعلم مجاريه، فانه ان صدر بمقابلة من كذبه فاراد نفى الكذب فهو على المعنى الاول، وان صدر بمقابله بارادة لو فى الكذب ليس شنيعافهو على المعنى الثانى (۳۷) میں کہتا

ہوں اس کلام کے دو محل و محمل ہیں: (۱) قائل کا مقصود اپنی ذات کو جھوٹ سے بری کرنے کا تھا، اس لئے اس نے اپنے جھوٹ کو امر محال یعنی کذب باری پر معلق کیا۔ (۲) قائل کا مقصود جھوٹ کا اقرار کرنا اور اس کی برائی کو اللہ تعالی کی طرف منسوب کرنا تھا۔ قائل کے مقصود کی تعیین قول کے مواقع استعمال سے ہوگی۔ اگر کوئی اس کو جھوٹا کہہ رہا تھا جس کے رد و انکار کے طور پر یہ کہا، تو پہلا معنی متعین ہوگا۔ اور رد و انکار کے طور پر نہیں کہا، بلکہ خدا کی طرف نسبت کر کے یہ بتانا چاہا کہ اس میں کوئی برائی نہیں تو دوسرا معنیٰ متعین ہوگا۔ پہلی صورت میں تکفیر نہیں ہوگی دوسری صورت میں تکفیر ہوگی۔

مزید کارستانی یہ کی گئی ہے کہ تقریر کے درمیان سے یہ حصہ:

''میری تاریخ ادب اردو نے شری رام کی حیثیت کو کس طرح جانوایا اور پہچانوایا؟ میں ڈاکٹر سر محمد اقبال کی اس نظم کا حوالہ دوں گا جس نظم کا عنوان ہی ہے ''رام''۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال لکھتے ہیں:

ہے رام کے وجود پہ ہندوستاں کو ناز
اہل نظر سمجھتے ہیں اس کو امام ہند''

بھی از راہ خیانت حذف کر دیا گیا، جب کہ یہ حصہ اس بات کی دلیل تھا کہ بات ڈاکٹر سر محمد اقبال کی زبان میں ہو رہی ہے۔

یہ تو استفتا تھا! فتوے میں بھی مقرر (جو یہاں مولانا اعظمی ہیں) تک رسائی ممکن ہونے کے باوجود ان سے تقریر کا موقع و محل اور مقصود پوچھنے کی زحمت گوارہ نہیں کی گئی، جب کہ یہ مفتی کا فریضہ ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی نے رد المحتار ج ۸ ص ۳۰ میں فرمایا ہے:

العادۃ الیوم ان من صار بیدہ فتوی المفتی استطال علی خصمہ و قھرہ بمجرد قولہ افتانی المفتی بان الحق معی و الخصم جاھل لایدری مافی الفتویٰ فلا بد ان یکون المفتی متیقظا یعلم حیل الناس و دسائسہ فاذا

جاءه السائل يقرره من لسانه ولا يقول له ان كان كذا فالحق معک وان كان كذا فالحق مع خصمک لانه يختار لنفسه ما ينفعه ولا يعجز باثباته بشاهدی زور، بل الاحسن ان يجمع بينه وبين خصمه فاذا ظهر له الحق مع احدهما كتب الفتوی لصاحب الحق، وليحترز من الوكلاء فی الخصومات فان احدهم لا يرضی الا باثبات دعواه لموكله بای وجه امكن، ولهم مهارة فی الحيل والتزوير وقلب الكلام وتصوير الباطل بصورة الحق، فاذا اخذ الفتویٰ قهر خصمه ووصل الی غرضه الفاسد فلا يحل للمفتی ان يعينه علی ضلاله وقد قالوا من جهل باهل زمانه فهو جاهل وقد يسئل عن امر شرعی وتدل القرائن للمفتی المتيقظ ان مراده التوصل به الی غرض فاسد كما شهدناه كثيرا والحاصل ان غفلة المفتی يلزم منها ضرر عظيم فی هٰذا الزمان واللّٰہ تعالی المستعان۔

آج کل عادت یہ ہوگئی ہے کہ جس کے پاس مفتی کا فتویٰ ہوتا ہے وہ اپنے مخالف کو دبانے لگتا ہے اور اپنے اس قول کی بنا پر ہی غالب آجاتا ہے کہ مفتی نے میرے موافق فتویٰ دیا ہے۔ جب کہ مخالف بے چارے کو علم ہی نہیں ہو پاتا ہے کہ فتوے میں کیا ہے؟ اس لئے مفتی کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہوشیار رہے اور لوگوں کی چالا کیوں اور مکاریوں سے آگاہ رہے۔ جب مفتی کے پاس استفتا آئے تو وہ مستفتی سے صورت مسئلہ کو متعین کرالے۔ یہ نہ کہے کہ یہ صورت ہو تو بات تمھاری صحیح ہوگی اور یہ صورت نہ ہو تو تمھارے مخالف کی بات صحیح ہو جائے گی؛ کیوں کہ ایسا کہنے میں مستفتی اپنے مطلب کی بات کو اختیار کرلے گا اور جھوٹے گواہوں کے ذریعے ثابت کردے گا۔ مفتی ممکن حد تک وکالت بھی قبول نہ کرے؛ کیونکہ اس دور میں وکلا کو حیلہ جوئی، دھوکہ دہی سے بات پلٹنے اور باطل کو حق کی صورت میں پیش کرنے کی مہارت ہوتی ہے، اور وہ بہر صورت اپنے موکل کے دعوے کو ثابت کرنے کے درپے ہوتے

ہیں۔ جس کی وجہ سے مستفتی اپنے موافق فتویٰ پا کر مخالف پر غالب آجائے گا اور اپنا فاسد غرض حاصل کر لے گا۔ نتیجے میں حق کے خلاف مستفتی کی مدد ہو جائے گی، جو جائز نہیں ہے۔ اسی لئے فقہا نے فرمایا ہے کہ جو اپنے زمانے کے لوگوں کو نہ سمجھے وہ فتویٰ دینے کا اہل نہیں۔ مفتی کو ایسا بیدار مغز ہونا چاہئے کہ امر شرعی کے تعلق سے سوال پر وہ قرائن سے سمجھ جائے کہ مستفتی کا مقصد اس کے ذریعے غلط مقصد حاصل کرنا ہے۔ جیسا کہ ہمیں بار بار اس کا مشاہدہ ہو چکا ہے۔ الحاصل اس زمانے میں مفتی اگر ذرا سی غفلت کرے تو بڑے نقصانات ہو جائیں۔

حضرت سیف اللہ المسلول، علامہ فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''کسی کی زبان سے ایسا جملہ ادا ہو جس کے دو معنی ہوں: ایک معنیٰ مراد ہو تو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہو جائے اور دوسرے معنیٰ مراد ہوں تو، توہین نہ رہے، اس کے تعلق سے کچھ حضرات کا یہ فتویٰ کہ ایسے قائل کے لئے قتل کا حکم ہے''۔ اور دوسرے کچھ حضرات کا یہ فتویٰ کہ: ایسے قائل کے لئے قتل کا حکم نہیں''، المعتقد المنتقد میں نقل کر کے فرمایا ہے:

قال القاری وفیما نحن فیہ یمکن الجمع بعرض التوبۃ علیہ، فان تاب والا قتل، فیرتفع حینئذ الاشکال، ویزول الاحتمال بالجواب والسوال، واللہ تعالیٰ اعلم بالحال۔ ملا علی قاری نے کہا ہے کہ دونوں فتاوے میں اس طرح تطبیق ممکن ہے کہ قائل سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے۔ توبہ کرلے تو قتل کا حکم نہیں دیا جائے، اس طرح سوال وجواب سے احتمال زائل اور اشکال ختم ہو جائے گا۔

اس پر امام احمد رضا فرماتے ہیں:

ولقد احسن واجاد فیما قال، علیہ رحمۃ الملک المتعال، لکن ھذا حیث یتوسل الی القائل والا فالاسلم ان لا تقولوا ما لا تعلمون۔ ولا تقف ما لیس لک بہ علم۔ وایاکم والظن، فان بعض الظن اثم

حضرت ملا علی قاری نے بڑی اچھی بات فرمائی ہے مگر ایسا اسی وقت ہو پائے گا جب

قائل تک رسائی ہو۔قائل تک رسائی نہ ہوسکے تو سلامتی اسی میں ہے کہ جو بات معلوم نہ ہو، نہ کہی جائے، اوراس بات کے پیچھے نہ پڑا جائے جس کا علم نہ ہو سکے۔اور گمان سے بچا جائے؛ کیوں کہ کوئی گمان گناہ ہوجاتا ہے۔(المعتمد المستند ص ۱۵۷)

الغرض!ایسے مسئلہ میں فتویٰ دینے کے جو تقاضے ہیں،ان کی رعایت کی بجائے صاف چشم پوشی سے کام لیا گیا ہے،اور ایک ایسے مسلمان سنی خطیب کو جن کی غیر مسلموں اور حکومت کے بالمقابل مسلمانوں کے حق میں، بلکہ خالص دینی مذہبی معاملات میں بھی بڑی خدمات ہیں، بے دریغ دائرۂ اسلام سے خارج قرار دے دیا گیا ہے، جب کہ شرح مقاصد کے حاشیہ چلپی میں ایک ایسی بات جو صریح و متعین طور پر کفر ہےاور مسلسل چھپتی آئی ہے،اس کے تعلق سے بھی امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے یہ فرمایا ہے:

لا اجد عذرا فی هذا المحشی الا ان یقال لعل بعض من لا یخاف اللّٰہ تعالیٰ دس هٰذا فی کلامه کما فعلوه بکثیر من عباد اللّٰہ تعالیٰ کما فصله سیدی العارف باللّٰہ الشعرانی فی الیواقیت والجواهر وقال:ودس علی انا فی کتاب البحر المورود۔۔۔ولا یلزم منه رفع الامان عن الکتب الغیر المرویة بالقرآت المتصلة، فان المصیر الیه لرفع اعظم مفسدة عن رجل معدود فی العلماء من باب من ابتلیٰ ببلیتین اختار اهونها، بل هٰذا باب یحتاج الی الیقین، فان الکلام فیمن عرف بالاسلام بل والعلم ولم یعرف ببدعة ولم یرم بضلالة ولیس لنا بهٰذا القول سند متصل الیه شفاها عن شفاه ولا علمنا اشتهار هٰذا القول عنه فی عصره فیوخذ علیه فحاول الجواب او اختار السکوت لیستدل بهٰذه علیٰ صحة هٰذا القول عنه، فلا یکتفی فیه بنقل واحد بوسائط لا تعلم، ولا یغنی اشتهار الطبع فان مستنده الی واحد مجهول وفوقه وسائط مجهولات، نعم تحسین الظن بالنقلة یطلب الاعتماد فیکتفی به حیث یکفی الظن۔۔۔والظن لا یغنی عن الحق

شيئا۔ وتحسين الظن به اوجب منه بالنقلة المجاهيل، وقد نص الامام حجة الاسلام الغزالی فی أفات اللسان من الاحياء "لا تجوز نسبة مسلم الی کبيرة من غير تحقيق۔ (الفيوضات الملکية ص ۱۴۹، ۱۵۰)

یعنی میرے نزدیک محشی کے تعلق سے یہ کہنے کے سوا کوئی عذر نہیں ہوسکتا کہ کسی ناخداترس شخص نے ان کے کلام میں یہ ملا دیا ہے۔ لوگوں نے اس طرح کی حرکت اللہ کے بہت سے نیک بندوں کے ساتھ کی ہے جیسا کہ سیدی عارف باللہ شعرانی نے 'الیواقیت والجواہر' میں اس کی صراحت کی ہے اور فرمایا ہے کہ میری کتاب 'البحر المورود' میں مجھ پر افترا کیا گیا ہے۔۔۔ مگر اس کی وجہ سے ان تمام کتابوں سے جو متصل قرأتوں سے مروی نہیں ہیں، امان نہیں اٹھ جاتا؛ کیوں کہ یہ تاویل تو اس لئے کی گئی ہے کہ ایک ایسے شخص جو علما میں شمار ہوتے ہیں، ان سے یہ عظیم خرابی (کفر) دفع کی جائے۔ تو یہ اس باب سے ہوا کہ آدمی جب دو بلاؤں میں گھر جائے تو جو آسان ہو اسے قبول کر لے۔ بلکہ اس باب سے ہے جس میں یقین درکار ہے؛ کیوں کہ بات ایسے شخص کے تعلق سے ہے جن کی پہچان اسلام بلکہ علم سے بھی ہے، اور جن پر بدعت و گمرہی کی تہمت تک نہیں۔ جب کہ اس قول کی کوئی ایسی سند نہیں جو لگاتار متصل ہو اور نہ ہی یہ یقین کہ ان کے زمانے میں یہ قول ان کی طرف منسوب ہوکر مشتہر ہوا، جس پر ان سے مواخذے ہوئے اور انھوں نے جواب دینے کی کوشش کی۔ یا۔ سکوت اختیار کرلیا۔ جس سے اس بات کی صحت پر استدلال کیا جاسکے کہ یہ قول انھیں کا ہے۔ تو اس باب میں غیر معلوم واسطوں سے کسی کا نقل کرنا کافی نہیں۔ رہا چھپ کر مشہور ہوجانا! تو یہ بھی کافی نہیں؛ کیوں کہ اس کا مدار بھی غیر معلوم شخص واحد پر ہے جس نے مجہول واسطوں سے نقل کیا ہے۔ ہاں! ناقلین سے متعلق حسن ظن اس بات کا مقتضی ہے کہ ان پر اعتماد کیا جائے تو جہاں ظن کارآمد ہے، وہاں یہ کافی ہوگا۔ لیکن ایسا شخص جو مذکورہ بالا صفات سے متصف

ہو، اس کی تکفیر کے سلسلہ میں ظن ہرگز کافی نہیں۔ ایسے شخص کے تعلق سے حسن ظن رکھنا، مجہول ناقلین سے حسن ظن رکھنے کی بہ نسبت زیادہ موکد ہے۔ حجۃ الاسلام امام غزالی نے ''احیاء العلوم'' کے اندر 'آفات لسان' کے بیان میں فرمایا ہے کہ:

کسی مسلمان کی طرف بغیر تحقیق، گناہ کبیرہ کی نسبت کردینا جائز نہیں۔

پھر یہ کہ آڈیو کیسٹ میں صرف آواز ہوتی ہے اور فقہا فرماتے ہیں:

النغمۃ تشبہ النغمۃ۔ یعنی آواز آواز کے مشابہ ہوتی ہے۔ اسی لئے کیسٹ کی بنیاد پر ایسی چیز کا ثبوت، جس کے لئے وہ خبر واحد بھی کافی ہے، جس سے شرعاً ظن غالب ہوجائے، نہیں ہو پاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کیسٹ کی بنیاد پر رویت ہلال کے ثبوت کا حکم نہیں دیا جاتا ہے۔ مگر اس فتوے میں دائرۂ اسلام سے خارج ہونے کا حکم دے دیا گیا ہے، جس کے لئے خبر مشہور، جس سے یقین بالمعنی الاعم ہوتا ہے، وہ بھی کافی نہیں، بلکہ اپنا سماع۔ یا۔ خبر متواتر، جس سے یقین بالمعنی الاخص ہوجائے، ضروری ہے۔

فواتح الرحموت ج ۲ ص ۱۹ میں ہے:

عدم احتمال الانصراف ولو مرجوحا وھو الیقین بالمعنی الاخص وھو المراد فی الاعتقادیات۔

خلاف کا احتمال مرجوح بھی نہ ہو تو یقین بالمعنی الاخص ہے اور اعتقادیات میں یہی یقین درکار ہے۔

نشاط السکین ص ۱۳۷ کے حاشیہ میں ہے:

شرک امر عظیم ہے کسی کلمہ گو کی طرف اس کی نسبت کرنے کو یقین قطعی درکار۔۔۔ اور حصول یقین کے دو ہی طریقے:

یا تو کسی زبان سے خود اس کا اقرار سنیں۔۔۔ یا بذریعہ تواتر قطعی، نہ افواہ بازاری اس کا علم آیا ہو'

اب آیئے اپنی نقل کے مطابق تقریر کی طرف، اور پیراگراف (۳) کا تجزیہ وتحلیل

اور تشریح ملاحظہ کیجئے!

مولانا عبیداللہ صاحب اعظمی کے الفاظ ہیں:

(الف) ''رام کو کس طرح سے لوگوں نے دیکھا، سمجھا، پرکھا؟ میں نے As a مسلمان رام کو کس طرح دیکھا؟ میری تاریخ ادب اردو نے شری رام کی حیثیت کو کس طرح جانوایا اور پہچانوایا؟ میں ڈاکٹر سر محمد اقبال کی اس نظم کا حوالہ دوں گا جس نظم کا عنوان ہی ہے ''رام''۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال لکھتے ہیں:

ہے رام کے وجود پہ ہندوستاں کو ناز
اہل نظر سمجھتے ہیں ان کو امام ہند

اس میں ''لوگوں نے'' اور ''میں نے As a مسلمان'' کا تقابل یہ بتا رہا ہے کہ یہاں ''لوگوں'' سے مراد ''ہندو'' ہیں، مسلمان نہیں۔ مطلب یہ کہ آج کا وہ طبقہ جو رام کے نام پر مسلمانوں پہ ظلم وستم ڈھا رہا ہے اور ان کا کشت وخون کر کے اس بات کا ثبوت دے رہا ہے کہ 'رام' کی تعلیم اور اس کا عمل وکردار یہی ہے، وہ جانیں۔ میں نے As a مسلمان 'رام' کو کس طرح دیکھا؟ میری تاریخ ادب اردو نے شری 'رام' کی حیثیت کو کس طرح جانوایا اور پہچانوایا؟ وہ ڈاکٹر اقبال کی زبان میں یہ ہے:

ہے رام کے وجود پہ ہندوستاں کو ناز
اہل نظر سمجھتے ہیں اس کو امام ہند

(ب) شری رام کا وجود ایسا پاک اور پوتر ہے۔۔۔ رام نام ہے اس ٹھنڈی ہوا کا، جو جھلسائی ہوئی دھوپ میں انسان کے لئے چھتر چھایا بن جاتی ہے۔

ان الفاظ سے اقبال کے مذکور بالا شعر کی توضیح وتفہیم کی گئی ہے کہ ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں: ہندوستان یعنی ہندوستان کے Intellectual class ہندؤں کو 'رام' کے وجود پہ ناز ہے۔ وہ 'رام' کو امام مانتا ہے جس سے بڑا کسی کا درجہ نہیں، تو ہندوستان کے Intellectual class ہندؤں کی نظر میں شری رام کا وجود پاک اور پوتر وجود ہے، ان

کا کیریکٹر نرالا، پیارا اور بے مثال ہے۔ الغرض ان کی نظر میں 'رام' نام ہے سچائی کا، جو جھوٹ کو پراجت کرتا ہے۔ 'رام' نام ہے مظلوموں اور دکھی لوگوں کی حمایت کا، جو ظلم کی گردن پکڑتا ہے۔ 'رام' نام ہے اس ٹھنڈی ہوا کا، جو جھلسائی ہوئی دھوپ میں انسان کے لئے چھتر چھایا بن جاتی ہے۔

(ج) ''میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا۔۔۔سیتا جی کے ساتھ ایک آتنک وادی نے جو آتنک کرنے کی گھٹنا رچی تھی، ہم اسے 'راون' کے نام سے جانتے ہیں۔ اس آتنک واد کے خلاف شری رام جی نے جہاد چھیڑا تھا۔

یہ اعظمی صاحب نے اپنی بات کہی کہ: میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے اقبال کے بقول ہندوستان کے Intellectual class ہندوؤں کی نظر میں نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا۔ نفرت کے مقابلے میں محبت کے بادل برسائے۔ انسان کی کھوئی ہوئی عظمت کو واپس کروایا۔ سیتا جی کے ساتھ ایک آتنک وادی نے جو آتنک کرنے کی گھٹنا رچی تھی تو شری رام جی نے اس آتنک واد کے خلاف لڑائی چھیڑی تھی اور آتنک واد کے خلاف لڑائی ہی کو عربی زبان میں جہاد کہتے ہیں۔

اس طرح اعظمی صاحب نے اپنی اس تقریر کے ذریعہ مسلمانوں سے نفرت کرنے، ان پر ظلم وستم ڈھانے اور ان کا کشت وخون کرنے والے ہندوؤں پر فن منطق کی زبان میں 'برہان جدل' جس میں یہ مقدمہ 'رام' نے نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا ہے۔ نفرت کے مقابلے میں محبت کے بادل برسائے ہیں'' جو Intellectual ہندوؤں کا مسلمہ ہے، اسے پیش کر کے ان پر حجت قائم کی ہے۔ جو صحیح معنیٰ میں مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھانے اور ان کا کشت وخون کرنے سے روکنے کے لئے ان ہندوؤں کے سامنے بند باندھنے کی بلیغ کوشش ہے۔ جس پر اعظمی صاحب کو ان کی ہمت مردانہ اور حکمت مومنانہ پر بجا طور سے داد دی جانی چاہئے۔

اگر تتبع کیجئے تو اس کے بہت سے نظائر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی زندگی

میں آپ کو ملیں گے۔ مثلاً:

(۱) ایک ملحد جو خدا کے وجود کا منکر تھا، اس سے مناظرہ کے لئے امام اعظم وقت مقررہ کے بجائے تاخیر سے تشریف لائے اور تاخیر کی وجہ بتاتے ہوئے واقع کے قطعاً برخلاف فرمایا کہ راستہ میں دریا تھا، کشتی نہیں تھی، میں انتظار میں تھا کہ اچانک ایک درخت نمودار ہوا، پھر خود ہی کٹ کر گرا اور چر کر تختے ہوئے، پھر اپنے آپ ہی جُڑ کر کشتی بنی اور مجھے اس پار سے اس پار لے آئی۔ جسے سن کر ملحد نے کہا: ''یہ ممکن ہی نہیں کہ بغیر فاعل کے فعل انجام پاجائے'' تو امام اعظم نے اس سے فرمایا کہ تمھارے ہی بقول: جب یہ ممکن نہیں کہ بغیر فاعل کے فعل انجام پاجائے'' تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ بغیر خالق کے کائنات وجود میں آجائے؟ یہ سن کر ملحد ہکا بکا رہ گیا۔

اس طرح آپ نے اس ملحد پر حجت قائم کی۔

(۲) کوفہ میں ایک رئیس رہتا تھا، جس کا عقیدہ تھا کہ حضرت عثمان غنی کافر اور یہودی تھے۔ امام اعظم ایک دن اس کے پاس گئے اور فرمایا کہ: میں تمھاری لڑکی کے لئے رشتہ لے کر آیا ہوں، لڑکا ہر طرح مناسب ہے اس میں ایک معمولی سی کمی کے علاوہ ساری خوبیاں ہی خوبیاں ہیں۔ یہ سن کر رئیس بہت خوش ہوا اور اس معمولی کمی کی بابت پوچھا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ: وہ لڑکا یہودی ہے۔ یہ سن کر رئیس آگ بگولہ ہو گیا اور آپ کو سخت سست کہنے لگا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ: تم! حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہودی کہتے ہو، تو اس کا مطلب یہی نا ہوا کہ اللہ کے رسول نے ایک نہیں، دو دو صاحبزادیوں کا نکاح یہودی سے کر دیا تھا؟ یہ سن کر اس نے اپنے عقیدے سے توبہ کر لی۔ اس طرح آپ نے اس رئیس پر حجت قائم کی۔

(۳) امام اعظم کے کچھ مخالفین نے امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کہہ کر بدگمان کر دیا کہ وہ حدیث کے بالمقابل قیاس کو ترجیح دیتے ہیں۔ تو امام اعظم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سوال کیا کہ: مرد کمزور ہے۔ یا۔ عورت؟ نماز افضل ہے۔ یا۔ روزہ؟ منی زیادہ ناپاک ہے۔ یا۔ پیشاب؟ امام باقر نے ارشاد فرمایا کہ: عورت کمزور ہے، روزہ سے نماز

افضل ہے،منی سے پیشاب زیادہ ناپاک ہے۔تو امام اعظم نے عرض کیا کہ: میں حدیث کے بالمقابل قیاس کو ترجیح دیتا،تو عورت کو مرد کا دونا حصہ دینے کی بات کہتا، حائضہ عورت کو روزہ کی بجائے نماز کی قضا کا حکم دیتا، احتلام کی بجائے پیشاب سے غسل کا حکم بتاتا۔ جب کہ مرد کو عورت کا دونا حصہ دینے کی بات کہتا ہوں، حائضہ عورت کو نماز کی بجائے روزے کی قضا کا حکم دیتا ہوں، پیشاب کی بجائے منی سے غسل کا حکم دیتا ہوں۔ اس پر امام باقر کی بدگمانی دور ہوئی اور انہوں نے امام اعظم کی پیشانی کو بوسہ دیا۔

اور یہ طریقۂ استدلال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، جسے قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے کہ: ایک دن جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے لوگ میلے میں گئے ہوئے تھے، محلہ بھر میں آپ کے علاوہ کوئی نہیں تھا،تو آپ نے سارے بتوں کو توڑ ڈالے اور بسولا سب سے بڑے بت کے کاندھے پر رکھ دیا۔ وہ جب میلے سے واپس ہوئے اور بتوں کی درگت دیکھی،تو خون کھول گیا۔آپ کو بلاکر دریافت کیا،تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ: شاید اس بڑے بت ہی نے ایسا کیا ہوگا،ان سے پوچھ لو! بھلا وہ بت سے کیا پوچھتے؟ اس طرح آپ نے ان بت پرستوں پر حجت قائم فرمائی۔

پھر بطور تنزل مان لیا جائے کہ اعظمی صاحب نے ’’رام‘‘ کی تعریف وتوصیف کے یہ الفاظ ڈاکٹر اقبال کی زبان میں ہندوؤں کے Intellectual طبقہ کی ترجمانی کے طور پر نہیں، خود اپنی طرف سے کہے ہیں،تو تعریف وتوصیف کے الفاظ اس بنیاد پر کہے ہیں کہ: اس نے نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا، بلکہ نفرت کے مقابلے میں محبت کے بادل برسائے۔ جیسا کہ خود کہا ہے:

میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا۔نفرت کے مقابلے میں محبت کے اس نے بادل برسائے۔۔۔اب اگر کوئی رام واقعتاً ایسا ہے،تو یہ اس کی تعریف ہوئی، اور نہیں ہے،تو اس کی تعریف نہیں ہوئی۔ جس کی نظیر فقہ کا یہ مسئلہ ہے کہ: کسی کی بڑی چھوٹی دو لڑکیاں ہوں، بڑی کا نام عابدہ اور چھوٹی کا نام زاہدہ ہو اور باپ نکاح

کے وقت یہ الفاظ ادا کرے کہ: میں نے زاہدہ اپنی بڑی لڑکی کا نکاح کیا، تو نکاح بڑی چھوٹی کسی سے منعقد نہیں ہوگا۔

فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۷۰ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور میں ہے:

لرجل بنتان کبریٰ عائشة وصغریٰ فاطمة وقال زوجت ابنتی الکبریٰ فاطمة لاینعقد علی احداهما کما فی الظهیریة۔ کسی آدمی کی دو بیٹیاں ہوں، بڑی کا نام عائشہ ہو چھوٹی کا نام فاطمہ، وہ کہے کہ

میں نے اپنی بڑی بیٹی فاطمہ کا نکاح کر دیا تو عائشہ و فاطمہ کسی کا نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ جیسا کہ ظہیریہ میں ہے۔

ولوالجیہ میں ہے:

لانه لیس له ابنة کبریٰ بهٰذا الاسم۔ کیوں کہ اس نام سے اس کی کوئی بیٹی نہیں ہے جو بڑی ہو۔

فتوے میں فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۱۴ ص ۶۲۵ کے حوالے سے جو عبارت نقل کی گئی ہے، اس میں خیانت ہے۔ فتوے میں الفاظ نقل کئے گئے ہیں:

کفار کے دیوتاؤں کی تعریف کرنا کفر صریح ہے۔ (ج ۱۴ ص ۶۲۵)

جب کہ فتاویٰ رضویہ کے الفاظ ہیں:

''کفار کے مذہبی جذبات اور ان کے دیوتاؤں اور پیشواؤں کو عزت دینا صریح کلمۂ کفر ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: **وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ** (منافقون: ۸) ان کے دیوتاؤں اور پیشواؤں اور مذہبی جذبات کا اعزاز درکنار جو ان کے کسی فعل کی تحسین ہی کرے باتفاق ائمہ کفر ہے۔ غمز العیون والبصائر میں ہے: **اتفق مشائخنا: ان من رأیٰ امر الکفار حسنا فقد کفر۔**''

فقہائے کرام کے فرمان: **من رأیٰ امر الکفار حسنا فقد کفر** میں **تحسین** کی نسبت **امر کفار** کی طرف کی گئی ہے۔ جس کا مادۂ اشتقاق کفر ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ اسم

مشتق کی نسبت سے جو حکم ہوتا ہے، مادۂ اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے۔

مسلم الثبوت کی شرح فواتح الرحموت ج ۲ ص ۲۱۵ میں ہے: **المسلم ان الماخذ یکون علۃ للحکم۔** یعنی یہ بات مسلم ہے کہ ماخذ حکم کی علت ہوتا ہے۔

توضیح ص ۸۹ میں ہے: **ان النسبۃ الی المشتق تدل علی علیۃ الماخذ۔** یعنی مشتق کی طرف حکم کی نسبت اس بات پر دال ہے کہ ماخذ حکم کی علت ہے۔

قرآن کریم میں زنا کار کے لئے کوڑے مارنے اور چور کے لئے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا گیا ہے، تو علمائے اصول فقہ نے اسی قاعدے سے زنا اور چوری کو ان احکام کی علت بتایا ہے۔ مثلاً کوئی چوری کرے اور نماز پڑھے تو اس کا ہاتھ چوری کرنے کی وجہ سے کاٹا جائے گا، نماز پڑھنے کی وجہ سے نہیں۔ یوں ہی کوئی زنا کرے اور سچ بولے تو اسے زنا کی وجہ سے درے لگائے جائیں گے، سچ بولنے کی وجہ سے نہیں تو **تحسین امر الکفار کفر** میں بھی **تحسین** کے لئے حکم کفر کی علت **تحسین من حیث الکفر** ہوگی۔ مطلق تحسین نہیں۔ یعنی کوئی شخص کفار کے کسی کفری بات پر **تحسین** کرے تو کفر ہوگا۔ یہ نہیں کہ کوئی کافر فی نفسہ کوئی اچھی بات کہے۔ یا۔ اچھا کام کرے، اس پر اس کی تعریف کی جائے، تو بھی کفر ہو جائے۔

نوشیرواں مشرک تھا، جس نے اپنی رعایا کے ساتھ بہت ہی حسن سلوک کئے تھے، تو حضرت شیخ سعدی نے گلستاں میں اس کی تعریف و توصیف کے پل باندھ دیئے تو کیا حضرت شیخ سعدی دائرۂ اسلام سے خارج ہو گئے؟

حاتم طائی بھی مسلمان نہیں تھا، مگر کون ہے جس نے اس کی سخاوت کی داد نہ دی ہو، یہاں تک کہ عرف میں حاتم کے معنی ہی سخی کے ہو گئے ہیں تو کیا پوری دنیا ہی کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا جائے گا؟

ابو جہل کے حقیقی بھائی، حارث بن ہشام جو بدر اور احد کی جنگوں میں اسلام کے خلاف لڑ چکے تھے، مگر چوں کہ مہمانوں کی خاطر داری میں کافی شہرت رکھتے تھے، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا تھا: حارث بے شک سردار،

شریف اور سخی ہے، ان کے والد بھی ایسے ہی تھے۔ میری خواہش ہے کہ اللہ تعالی اسے اسلام کی دولت سے سرفراز فرمائے'' تو کیا معاذ اللہ! یہاں بھی۔۔۔؟

ود۔ سواع۔ یغوث۔ یعوق۔ نسر کو تو مشرکین عرب دیوتا مانتے تھے، مگر چوں کہ وہ فی نفسہ صحیح لوگ تھے، اس لئے امام بخاری نے بخاری شریف ج ۲ ص ۷۳۲ میں روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس نے ان کی تعریف کی اور ''رجال صالحون'' کے الفاظ سے یاد فرمایا ہے۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی اسلام کے دائرے سے باہر ہیں؟

ہاں! بالفرض اعظمی صاحب نے معاذ اللہ! رام کے ہندوؤں کا دیوتا ہونے کی بنا پر ہی اس کی تعریف وتوصیف کی ہو تو وہ عنداللہ ضرور کافر ہوں گے، مگر اس میں انہی کی کیا خصوصیت ہے؟ دنیا کا کوئی بھی آدمی ہو، آپ ہوں۔ یا۔ ہم، یہاں تک کہ مولانا ضیاء المصطفی صاحب بھی زبان سے نہیں، دل ہی دل میں ہندوؤں کے کسی دیوتا کی، دیوتا ہونے کی بنا پر تعریف وتوصیف کریں، تو عنداللہ کافر ہو جائیں۔ مگر ہم کسی کے دل کی بات اور غیب پر مطلع نہیں کہ حکم لگائیں اور ان کو کفر کلامی کا مرتکب قرار دے کر دائرۂ اسلام سے خارج کر دیں۔ یہ بڑی جرأت بے جا ہے جس کے لئے بڑا سخت حکم ہے۔ اللہ تعالی اس سے بچائے اور اپنی پناہ میں رکھے آمین۔

ماحصل یہ کہ مولانا عبید اللہ اعظمی صاحب پر اس تقریر کی وجہ سے کفر وارتداد کا حکم غلط ہے۔ **ھلا شققت قلبہ** اور **نحن نحکم بالظواھر** کے تحت وہ سنی مسلمان ہیں، ان کو پروگراموں میں بلانا، ان سے تقریر کرانا، ان کی تقریر سننا ناجائز نہیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم**

فقیر محمد مطیع الرحمٰن رضوی غفرلہ

Inkishaf-e-Sadaqat

ہمارے یہاں اب تکفیر کا معاملہ کوئی خلاف توقع بھی نہیں رہا۔ اب تو آئے دن اس طرح کے مناظر ہماری آنکھوں کے سامنے آتے رہتے ہیں۔ تکفیر کا جن برسوں سے بوتل سے باہر ہے۔ البتہ اس معاملے میں یہ نیا ضرور رہا کہ اعظمی صاحب کے خلاف آنے والا یہ فتویٰ بغیر مفتی کے تھا۔ یہ تو طے ہے کہ اعظمی صاحب کی بے باک خطابت نے ان کے مخالفین کا ایک جتھا پیدا کر دیا ہے، البتہ یہ طے کرنا مشکل ہے کہ فتویٰ پر مفتی کے نام کے بغیر صرف مصدقین کے نام کیوں تھے؟ ایسا تکفیر کے جوش اور جلد بازی کے سبب ہوا یا اعظمی صاحب کی کاٹ دار تقریروں کے خوف کے سبب؟

بہر کیف! جب معاملہ یہاں تک پہنچ گیا تو اب ضروری ہو گیا کہ اس معاملے کو ملک کے مقتدر، صاحبان نظر اور معتدل و مستند مفتیان کرام کے حضور پیش کیا جائے۔ غور و خوض اور تحقیق و تفتیش کے بعد محقق مسائل جدیدہ مفتی محمد نظام الدین رضوی صدر افتا اور صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارک پور اور مناظر اہل سنت، فقیہ النفس مفتی محمد مطیع الرحمن مضطر رضوی نے اس مسئلے پر اپنا محاکمہ اور فیصلہ سنا دیا۔ محاکمہ آپ کے سامنے ہے۔ پڑھیے اور تکفیر کے معاملے میں افراط و تشدد سے ہٹ کر انصاف و اعتدال کی راہ اختیار کیجیے۔

Ashrafi Islamic Center
13-1/1 Parbudh Nagar, Rafi Ahmad Qidwai Road
Wadala Mumbai 31